اُجرتی محنت اور سرمایہ

کارل مارکس

ترجمہ۔ عابد علی خاں بی۔ اے

اشاعت گھر کی دوسری کتابیں

۱ - سرخ سویرا —— مخدوم محی الدین - ایم - اے
۲ - یہ کس کا خون ہے؟ —— علی سردار جعفری
۳ - اجرتی محنت اور سرمایہ —— کارل مارکس
۴ - ہندوستانی ریاستوں کا مستقبل —— خواجہ معین الدین بی - اے
۵ - یہ امرت ہے —— خواجہ احمد عباس

ان ادبی شہ پاروں کو ذیل کے پتہ سے
طلب فرمائیے -

۱) اشاعت گھر حسینی گولیگوڑہ حیدرآباد دکن
۲) دکن بک ڈپو - عابد روڈ -

سلسلہ مطبوعات اِشاعت گھر شمارہ دہم ،

"اُجرتی محنت اور سرمایہ"

کارل مارکس

مترجمہ

میر عابد علی خاں بی، اے

"اشاعت گھر" حیدرآباد دکن

پہلا ایڈیشن ۱۹۴۳ء

مالکان
اشاعت گھر
غوث محی الدین (عثمانیہ)
چندر سین جائسوال

مندرجات

۱ - دیباچہ

۲ - مقدمہ

۳ - ابتدائیہ

۴ - اجرت کیا ہے؟

۵ - جنس کی قیمت مقرر کرنے کے طریقے

۶ - اجرتیں کیونکر مقرر کیجاتی ہیں

۷ - سرمایہ کی نوعیت اور اس کا نشو ونما

۸ - اجرتی محنت اور سرمایہ کا تعلق

۹ - اجرت ومنافع کا آتار چڑھاؤ - انکے تعین کا اصول

۱۰ - سرمایہ اور اجرت کا تناسب

۱۱ - سرمایہ داروںکی تجارتی کشمکش - اوراسکے نتائج -

دیباچہ

کارل مارکس نے عوام کی سیاسی تربیت کے لئے مضامین اور تقاریر کا ایک سلسلہ شروع کیا تھا۔ مارکس کا مقصد یہ تھا کہ ذرائع پیداوار کی تبدیلی سے جو سماجی تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں انکی عام فہم انداز میں تشریح کی جائے، مارکس سے پیشتر سماج کے ارتقاء و تشکیل سے متعلق جو نظرئے تھے وہ تخیلی کہے جاتے ہیں۔ مارکس پہلا شخص ہے جسنے بتلایا کہ سماج کا ارتقاء اس کی تشکیل معاشی تعلقات کا نتیجہ ہے۔ زیر نظر کتاب "اجرتی محنت و سرمایہ" مارکسی فلسفے کی ایک اہم ترین تشریح ہے۔ جسمیں مزدور کی محنت قوت محنت، اجرت اور سرمایہ دار کے منافع و سرمایہ کے ارتقاء کے متعلق، سائنٹفک تجربہ کرتے ہوئے بتلایا گیا ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام میں مزدور، کس طرح غلام و مجبور بنا ہوا ہے۔ مزدور اور سرمایہ دار کے باہمی معاشی تعلقات اس کتاب کا موضوع ہیں۔

مارکسی ادب میں اس کتاب کی کلاسیکی اہمیت ہے، اشتمالیت و مارکسیت کے مطالعہ سے قبل اس کا مطالعہ انتہائی ضروری ہے چونکہ ان مسائل کی بنیاد کا یہ ایک مبسوط تذکرہ ہے۔

اینگلز نے اپنے مختصر سے مقدمہ میں اس کتاب کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے اس موضوع پر اختصاراً اپنے خیالات کا

اظہار بھی کیا ہے۔ جس سے اس موضوع کے سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ اجرتی محنت و سرمایہ کا موضوع سائنسی اہمیت کا حامل ہے اس لئے میں نے من و عن ترجمہ کی کوشش کی ہے۔ ترجمہ کے اس جدید قاعدے پر میں پابند نہ رہ سکا۔ لفظ بہ لفظ ترجمہ کے بجائے مفہوم کا ترجمہ کیا ہے۔ جسکی وجہ میں نے اوپر ظاہر کر دی ہے۔

اردو ادب میں مارکسی ادب کی عدم موجودگی نے مجھے اس کتاب کے ترجمہ پر مجبور کیا۔ اور میں نے یہ کوشش کی ہے کہ عام فہم ترجمے سے عوام مستفید ہوں۔

میں ناشرین کا ممنون ہوں کہ اس ترجمہ کی اشاعت سے وہ جدید فکر و خیال کی اشاعت کر رہے ہیں!

میر عابد علی خاں

مقدمہ

اس کتاب کے مضامین پہلی مرتبہ مختلف عنوانات کے تحت سنہ ۱۸۴۹ء میں
نیوریشی ذی تنگ (NEUE RHENISCHE ZETONG) میں شایع ہوئے ہیں
کارل مارکس نے برلز کے جرمن مزدوروں کے کلب میں سنہ ۱۸۴۷ء میں جو تقاریر کی
تھیں۔ یہی تقاریر مضامین کی شکل میں اور آج کتابی صورت میں شایع ہو رہی ہیں گو
ان مضامین میں تسلسل نہیں ہے۔ مگر مارکس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ مسلسل اور مکمل مضامین
مرتب کریں گے لیکن اس زمانہ کے سیاسی و معاشی حالات نے اجازت نہیں دی۔ روس نے
ہنگری پر حملہ کر دیا تھا۔ مختلف مقامات ڈرسڈن، آئزرلون (ISEERLOHN) البرفیلڈ،
ور بیڈن (BADEN) وغیرہ میں خطرناک بغاوتیں اور فتنے پھوٹ پڑے تھے۔ انہی
ہنگاموں میں یہ اخبار ۱۹ر مئی سنہ ۱۸۴۹ء میں بند کر دیا گیا۔ یہی وجہ تھی کہ مارکس اس
سلسل کی تکمیل سے قاصر رہے۔ یہ کوشش کی گئی کہ اخبار کے دفتر سے مارکس کے مضامین

مسودات حاصل کئے جائیں مگر یہ کوشش بھی رائیگاں گئی چونکہ ان مضامین کا سلسلہ
مل نہ سکا۔

اجرتی محنت کا یہ کتابچہ مختلف مقامات سے کئی مرتبہ شائع کیا گیا ہے جس میں
اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ مارکس کے خیالات میں کوئی تبدیلی نہ ہونے پائے
اسی لئے ان مضامین کو لفظ بہ لفظ نقل کیا گیا ہے تاکہ عوام مارکس کے خیالات سے استفادہ
کریں، مارکس نے ۱۸۵۰ء سے پہلے اقتصادیات پر اپنی تنقید ختم نہیں کی تھی ۱۸۶۰ء کے
بعد یہ تنقید مکمل ہوئی مارکس نے اپنی کتاب "کریٹیک آف پولیٹیکل اکانمی"
جب ختم کی ہے تو ان کے خیالات میں پہلے کی بہ نسبت کچھ تضاد پیدا
ہو گیا تھا ۱۸۵۹ء کے بعد کی تحریرات کا ہم اس سے پیشتر کی تحریرات سے مقابلہ کریں تو
ہمیں پچھلی تحریرات سے مارکس کے اس انحراف کا ثبوت ملیگا۔ اگر مارکس کی تعلیمات سے
عوام کی تعلیم و تربیت میرا مقصود نہ ہوتا تو میں مارکس کی تحریرات میں تبدیلی کی جرأت نہ کرتا۔ اسی لئے میں نے حسب ضرورت تبدیلیاں کر دی ہیں مجھے یقین ہے کہ اگر مارکس آج زندہ ہوتے
تو وہ بھی ان تبدیلیوں کو ضروری سمجھتے۔ میں قارئین سے یہ کہوں گا کہ یہ وہی کتابچہ نہیں
ہے جسے مارکس نے ۱۸۴۹ء میں لکھا تھا بلکہ اس میں حذف و اضافہ کیا گیا ہے
مگر یہ حذف و اضافہ وہی ہے جسے مارکس اگر موجود رہتے تو خود کرتے۔

اس میں جو تبدیلیاں کی گئی ہیں وہ ایک ہی خیال کے گرد گھوم رہی ہیں
مارکس کی ابتدائی تحریرات کے مطابق مزدور اپنی محنت، اجرت کے معاوضہ میں
فروخت کر دیتا ہے اور سرمایہ دار سے اجرت حاصل کرتا ہے مگر اس خیال میں
تھوڑی سی تبدیلی کی گئی ہے اور یہ بتلایا گیا ہے کہ مزدور اپنی محنت سرمایہ دار
کو فروخت نہیں کرتا بلکہ اپنی محنت کی قوت کو فروخت کرتا ہے۔

میں اس تبدیلی کے لئے تشریح ضروری سمجھتا ہوں کہ میں الفاظ سے کھیل کر مزدوروں کو دھوکا دینا نہیں چاہتا بلکہ میں اقتصادیات کے ایک اہم اصول کو بیان کر رہا ہوں سرمایہ داروں پر بھی یہ واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ غیر تعلیم یافتہ مزدور طبقہ حالات کی نزاکت کو بخوبی سمجھتا ہے اور سمجھنے کی بڑی تیز صلاحیت رکھتا ہے۔ وہ ایسے مسائل جب درپیش آتے ہیں تو سرمایہ داروں کی طرح یہ کہکر اپنے آپ کو دھوکہ نہیں دیتا کہ "ایسے مسائل ہمیشہ ناقابل حل رہے ہیں"

اقتصادیات میں اس بات کو مصدقہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ ہر جنس کی قیمت مستقل طور پر بدلتی رہتی ہے ان جنسوں میں محنت کو بھی شریک کیا جاتا ہے۔ چونکہ محنت کی قیمت میں بھی وقتاً فوقتاً تبدیلی ہوتی رہتی ہے ان قیمتوں میں کمی یا زیادتی ایسے متضاد حالات میں بھی واقع ہوتی ہے جن کا اکثر و بیشتر جنس کی پیدائش سے تعلق نہیں ہوتا عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اگر کسی جنس کی پیداوار زیادہ ہو جائے تو اس کی قیمت میں کمی واقع ہوگی۔ مگر یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ قیمتوں کے اتار چڑھاو کا سبب گرانی و ارزانی ہے قیمتوں کے تعین کے صحیح اصول کو دریافت کرنے کے لئے پہلی مرتبہ اس وقت مقبولیت نصیب ہوئی جب اقتصادیات کو سائنس کی حیثیت نصیب ہوئی۔

قدیم اصول معاشیات کے مطابق کسی جنس کی اصلی قیمت اشیائے خام اور مزدور کی اجرت کا مجموعہ سمجھی جاتی تھی۔ مگر اقتصادیات نے اس تعریف کی نفی کردی۔ مارکس پہلا شخص ہے جس نے محنت کرنے کی قوت اور اجرت کے تناسب کو سائنٹفک طریقہ سے سوچا اور بتلایا کہ مزدور کو اس کی محنت کرنے کی قوت کے معاوضہ میں جو اجرت دی جاتی ہے وہ اس کی تیار کردہ شئے کی قیمت کے مساوی نہیں ہوتی۔ رکارڈو جیسے ماہر معاشیات نے بھی یہ کہا ہے کہ کسی شئے کی قیمت کا تعین کرنے کے لئے مزدور کی اس محنت کو بھی شریک کرنا

چاہئے جو اس شئے کی تیاری کے لئے ضروری ہے۔ جب ماہرین معاشیات نے محنت کو بھی ایک جنس مقرر کیا اور اس جنس کی قیمت بھی دوسرے جنس کی قیمت کے مساوی سمجھنے لگے تو وہ غلطیوں میں مبتلا ہو گئے چونکہ وہ یہ بتلا نہ سکے کہ محنت کی قیمت کا تعین کیسے ہوگا۔ محنت کی قیمت، ایک گھنٹہ، ایک دن ایک ماہ یا پوری زندگی کے حساب سے مقرر کی جا سکتی ہے تو پھر کونسا معیار اسکی قوت محنت کی تشخیص کے لئے مقرر کیا جائیگا۔ اگر تمام قیمتوں کا معیار صرف محنت ہی ہے تو ہم محنت کی قیمت کا تعین صرف محنت کی اکائیوں ہی سے کر سکتے ہیں مگر ہم اس سے قطعاً ناواقف ہیں کہ مزدور کی ایک گھنٹہ کی محنت کی اصلی قیمت کیا ہے۔ ہم صرف یہی جانتے ہیں کہ مزدور کو ایک گھنٹہ کیلئے آنے قیمت دیگی۔ ہمارے اس علم سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہم اپنے مقصد کی تحقیق میں کچھ آگے نہیں بڑھے۔

نئے نظریوں کے مطابق یہ ظاہر کیا گیا کہ کسی شئے کی قیمت اسکے اخراجات لاگت کے مساوی ہوتی ہے۔ مگر مزدور کی قوت محنت کی قیمت کا تعین علیحدہ بنیاد پر ہوتا ہے۔ جب ان علیحدہ بنیادوں کی تحقیق شروع ہوئی تو مفکرین معاشیات کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا کہ مزدور کی قوت محنت کی حقیقی قیمت کیا ہو سکتی ہے۔ وہ اس سوال کے حل کرنے میں الجھن میں گرفتار ہو گئے مزدور کی محنت کی اصلی قیمت دریافت کرنے کے بجائے مزدور کی قیمت دریافت کرنے میں مصروف ہو گئے چونکہ مزدور کی قیمت کا آسانی سے تعین ہو سکتا ہے۔ وقت اور حالات کے لحاظ سے بھی اس میں تبدیلی ہو سکتی ہے۔ مزدور کو چند سکوں کے عوض محنت کرنے کے لئے حاصل کر لیا جاتا ہے یہی اسکی قیمت ہے جس سے وہ اپنی گذر بسر کرتا ہے آج ہم سرمایہ دارانہ نظام میں پرورش پا رہے ہیں مزدور کی زندگی کی بقاء کا راز اسی میں ہے کہ وہ سرمایہ دار کے پاس اپنی محنت کی قوت فروخت کرے فرض کیجئے کہ کسی مزدور کو روزانہ تین آنے ملتے ہیں۔ سرمایہ دار اس مزدور کو تین

آنوں کے بدلے بارہ گھنٹے کارخانہ میں مصروف رکھتا ہے۔ سرمایہ دار اپنا حساب یوں رکھتا ہے کہ "ایک مزدور ایک دن میں کسی شئے کا ایک پرزہ بناتا ہے۔ اس شئے کی تیاری کیلئے بیس آنے کی اشیاء درکار ہوتی ہیں اور کوئلہ کی اخراجات فرسودگی کیلئے ایک آنہ لیا جاتا ہے۔ اسطرح اس پرزے کی تیاری میں جملہ چوبیس آنے خرچ ہوئے مگر سرمایہ دار اسکو ستائیس آنوں میں فروخت کرتا ہے یہ زائد تین آنے سرمایہ دار اپنی جیب میں داخل کرلیتا ہے"

قدیم معاشی نظریات کے مطابق کسی جنس کی قیمت فروخت، مزدور کی محنت اور اشیاء خام کی لاگت کے مساوی تصور کی جاتی تھی۔ جدید نظریہ کی رُو سے کسی جنس کی قیمت مزدور کی اس قوتِ محنت کے لحاظ سے معین ہوگی جو اس جنس کی تیاری کے لئے صرف ہوئی ہے۔ مفروضہ بالا مثال میں ستائیس آنے حاصل ہوئے ہیں جن میں اکیس آنے اشیائے خام، آلات فرسودگی وغیرہ کے ہیں۔ باقی چھ آنے مزدور کی قوتِ محنت کی قیمت ہیں۔ مزدور نے بارہ گھنٹوں میں چھ آنے کی قیمت پیدا کی ہے۔ اسلئے اسکی بارہ گھنٹوں کی اجرت چھ آنے ہوگی۔ ہم نے اس تشریح سے مزدور کی محنت کی حقیقی قیمت دریافت کرلی ہے۔ مگر مزدور کہتا ہے کہ اسکو صرف تین آنے اجرت ملی ہے اور سرمایہ دار جواب دیتا ہے کہ اسکی بارہ گھنٹوں کی محنت کی قیمت صرف تین آنے ہی اگر مزدور چھ آنوں کا مطالبہ کرے تو وہ اس کا مذاق اڑاتا ہے۔۔

مزدور کی محنت کی قوت معلوم کرنے میں بعض نئے انکشافات بھی ہوئے کہ مزدور کی بارہ گھنٹے کی محنت کی قیمت صرف تین آنے ہے اور سرمایہ دار کیلئے چھ آنے ہیں مگر وہ مزدور کو صرف تین آنے دیتا ہے اور باقی تین آنے خود لے لیتا ہے۔ اس طرح سے محنت کی دو اجرتیں یا قیمتیں ہوتی ہیں اور یہ دونوں بالکل مختلف و متضاد ہوتی ہیں

ہم نے محنت کی قیمت سکوں میں معلوم کر لی ہے۔ لیکن اس سے ہماری مشکلات اور بڑھ گئی ہیں۔ ہم نے ابھی یہ دیکھا ہے کہ بارہ گھنٹوں کی محنت کے بعد چھ آنے کی ایک مثی قیمت حاصل ہو چکی ہے۔ اس لحاظ سے تین آنے چھ گھنٹوں کی اجرت ہوگی مگر سرمایہ دار۔ مزدور کو چھ گھنٹوں کی اجرت بارہ گھنٹوں کے بعد محنت کے بعد ادا کرتا ہے اس لحاظ یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ محنت کی دو اجرتیں یا قیمتیں ہوتی ہیں جسمیں سے ایک دوسرے کے مقابلہ میں بہت بڑی ہوتی ہے یا یوں کہا جاسکتا ہے کہ بارہ = ۱۲ - چھ = ۶ کے مساوی ہوتے ہیں۔ ان نتائج سے بھی کوئی تشفی بخش حل دریافت نہ ہو سکا کہ محنت کی خرید و فروخت کی شرح اور خود محنت کی حقیقی قیمت کیا ہے اور کیسے تعین کی جاتی ہے۔ ریکارڈو جو قدیم معاشی اسکول کا ممتاز نمایندہ تھا۔ اسی دریافت میں مصروف رہا مگر ناکام رہا اقتصادیات انہی ناکامیوں کے باعث بدنام ہوئی جارہی تھی کہ مارکس نے رموز و اسرار کے تمام پردے اٹھادیے محنت کی اصلی قیمت دریافت کرنے کی سعی میں ماہرین نے مقصد سے ہٹ کر یہ معلوم کیا ہے کہ مزدور کی گزر بسر یا اس کی قیمت کیا ہے۔ انھوں نے یہ بھی دریافت کیا کہ مزدور، سرمایہ دار کو جو اپنی محنت فروخت کرتا ہے وہ حقیقی معنوں میں اسکی اپنی ذاتی نہیں ہوتی۔ بقول مارکس، جونہی وہ محنت شروع کرتا ہے وہ اسکی اپنی نہیں رہتی اس پر اسکا کوئی اقتدار نہیں رہتا۔ اس پر سرمایہ دار کا قبضہ ہو جاتا ہے۔ ہاں مستقل یا آنیوالے دن کی محنت کرنے کی قوت اس کی ملکیت ہے۔ چونکہ اس کو اس نے ابھی فروخت نہیں کیا ہے۔ گو وہ یہ وعدہ کر سکتا ہے کہ کل وہ کسی مشین کا پرزہ بنادیگا۔ مگر اس وعدہ سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اپنی محنت فروخت کر رہا ہے۔ جب وہ کام کرے تو اسے اجرت ملیگی۔ بعض مرتبہ مزدور اپنی محنت کی قوت کو گھنٹوں کے لئے یا ایک یوم کیلئے یا مہینہ کے لئے غرض اپنی صوابدید پر فروخت کرتا ہے یا کرایہ پر دیتا ہے۔ مگر اس قوت محنت کے فروخت کرنے یا کرایہ پر دینے سے اسکی قوت محنت اس کی ذات سے علٰحدہ

نہیں ہوتی بلکہ اس کی ذات ہی میں برقرار رہتی ہے ماہرین معاشیات جس چیز کو محنت کی قیمت برقرار دیتے ہیں وہ دراصل خود مزدور کی قیمت ہے جس کے ساتھ اس کی قوت محنت بھی موجود ہے۔

جب مزدور سرمایہ دار کو اپنی قوت محنت فروخت کر دیتا ہے اسکو کارخانے میں کام کرنا پڑتا ہے جہاں سرمایہ دار نے آلات و اشیائے خام فراہم کر رکھے ہیں اسکو روزانہ تین آنے یا بعض مرتبہ کسی جنس کی تیاری پر اجرت ملتی ہے مگر اس سے اس کی اجرت میں کوئی فرق نہیں آتا دونوں ایک ہی شرح پر ملتی ہیں۔ جب مزدور کام کرتا رہتا ہے تو وہ ہر بارہ گھنٹے میں اشیائے خام کی قیمت میں چھ آنے کا اضافہ بھی کرتا رہتا ہے۔ اس چھ آنے میں تین آنے اسے بطور اجرت ملتے ہیں۔ مگر یہی تین آنے اسنے بقیہ وقت یعنی چھ گھنٹے کام کر کے سرمایہ دار کو واپس کر دئیے ہیں یعنی اس لحاظ سے چھ گھنٹوں کی محنت کے بعد دونوں سرمایہ دار و مزدور ایک دوسرے کے قرضدار ہیں اور نہ ممنون احسان۔ سرمایہ دار مزدور کو چھ گھنٹوں کے بعد آزاد نہیں چھوڑ دیتا کہ وہ کام چھوڑ کر چلا جائے چونکہ اس نے تو تین آنے فراہم کر دئیے ہیں بلکہ اس کو بارہ گھنٹے کام انجام دینا ہی پڑتا ہے۔

کبھی کبھی مزدور کو کسی شئے کی تکمیل تیاری پر اجرت ادا کیجاتی ہے۔ اس صورت میں بھی وہی روزانہ اجرت کا عمل برقرار رہتا ہے جسے ہم ایک مثال سے واضح کر رہے ہیں فرض کیجیے کہ مزدور بارہ گھنٹوں میں بارہ اشیا اتیار کرتا ہے اور ہر شئے کی تیاری میں دو آنے لاگت آتی ہے اور یہ شئے بازار میں ڈھائی آنے کے حساب سے فروخت ہوتی ہے۔

سرمایہ دار مزدور کو ہر شئے کی تیاری میں ¼ آنے ادا کرتا ہے یعنے بارہ اشیا کی تیاری کی اجرت تین آنے ادا کی جاتی ہے ان تین آنوں کو حاصل کرنے کیلئے مزدور بارہ گھنٹے محنت کرتا ہے۔ چھ گھنٹے وہ اپنے لئے کام کرتا ہے اور چھ گھنٹے سرمایہ دار کے لئے مصروف کار رہتا ہے۔

موجودہ سرمایہ دارانہ سماج میں محنت کرنے کی قوت بھی ایک جنس قرار دیگئی ہے۔ اور ایک بیش بہا جنس ہے جو قیمت کو پیدا کرنے کی قوت اور تمام قیمتوں کی ماخذ وہر کسی جنس کی حقیقی قیمت میں المضاعف قیمت کی خالق ہے۔ مگر اس جنس سے مزدور کو کوئی فایدہ پہنچ نہیں سکا۔ سائنس کی ترقی اور نئی ایجادات کی بدولت پیداوار میں بافراط اضافہ ہو رہا ہے۔ اس کے لئے مزدور بارہ گھنٹہ کام کر رہا ہے۔ مگر اس کو ان گھنٹوں کی اجرت ہی نصیب ہوتی ہے اور سرمایہ دار کو لاکھوں کا فائدہ ہوتا ہے۔ ہماری سماج کی معاشی ساخت یہی ہے کہ ہم مزدور سے تمام قیمتیں حاصل کرتے ہیں ملک کی تمام پیداوار اسکی محنت کی قوت کا نتیجہ ہے۔ مگر منافعہ و ترقی پذیر سرمایہ میں اسکا کوئی حصہ نہیں ہے وہ ان لوگوں کی ملک ہے جو کارخانہ اور خام اشیاو کے مالک ہیں جو مزدور کی محنت یا قوت خرید کر نفع حاصل کرتے ہیں۔ سائنسی ترقی کیساتھ سرمایہ دار کی دولت ہر لمحہ بڑھتی چلی جارہی ہے۔ گر مزدور کی اجرت میں کوئی اضافہ نہیں ہوا ہے۔ اگر اضافہ ہوا بھی تو سرمایہ دار کے نفع کے مقابلے میں اسکی حیثیت صفر کی سی ہے

سرمایہ کے اس ارتقاء سے تنازعات اور اختلافات کا ایک نیا دور بھی شروع ہو رہا ہے۔ پیداوار میں بافراط اضافہ کی نکاسی کے لئے منڈیاں ختم ہو چکی ہیں اور ایک طرف سماج کا بڑا حصہ پرولتاری ہو رہا ہے۔ بیروزگاری سے محفوظ رہنے کے لئے مزدوری چاہتا ہے۔ سماج میں یہ خلفشار اور طبقہ جاتی تقسیم سماج کی تباہی کی ذمہ دار ہوتی جارہی ہے۔

ہمارے سماجی نظام میں جو افراتفری بپا ہے۔ اس کا انسداد ضروری ہے

اس کا دور کرنا جتنا مشکل ہے اتنا آسان بھی ہے۔ آج ایک نئے سماجی نظام کے امکانات قوی تر ہوتے جا رہے ہیں۔ جن میں طبقاتی کشمکش باقی نہیں رہیگی اس عدم طبقاتی سماج میں ہر فرد کے لئے مساوی حقوق و مناسب حالات رہینگے۔ مزدوروں کی طاقت میں دن بدن اضافہ اور ان کی جماعت میں اتحاد ایک نئے سماجی نظام کی بشارت دے رہا ہے۔ مزدور بھی اس نئے نظام کے لئے آہنی عزم کے ساتھ بڑھتے چلے جا رہے ہیں فقط

لندن ۳۰ر اپریل ۱۸۹۰ء

فریڈرک اینگلز

(عہد فریب برقی پریس)

باب اوّل

ابتدائیہ

مختلف مقامات سے ہمیں یہ شکایت وصول ہوئی کہ ہم نے ان معاشی حالات کو عوام تک پہنچانے سے گریز کیا ہے جو مختلف اقوام و طبقات کے باہمی تنازعات کی معاشی و مادی اساس ہیں۔ ہم نے ان حالات پر ایک معینہ مقصد کے ساتھ روشنی ڈالی تھی جبکہ بعض اقوام کے سیاسی تنازعات نے ہمیں انکے انکشاف پر مجبور کر رکھا تھا دیگر حالات سے قطع نظر ہمارے لئے یہ ضروری تھا کہ جماعتی کشمکش کی رفتار کو زمانہ حال کی تاریخ کی روشنی میں سمجھا جائے۔ آئے دن کے نت نئے تاریخی واقعات کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ ثابت کرنا بھی ضروری تھا کہ مزدور طبقہ کی تسخیر سے اس طبقہ کے مخالفین کو بھی شکست ہوتی ہے اور نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ جیسا کہ

فروری۔ مارچ ۱۸۴۸ء میں مزدور جماعت کو تباہ کیا گیا تھا۔ مگر اس تباہی کا خمیازہ ان کے مخالفین یعنی براعظم یورپ کے بورژوائی بالخصوص فرانس کے بورژوائی طبقے کو بھی بھگتنا پڑا۔ اسی کے ساتھ ہم اس تاریخی واقعہ کو بھی فراموش نہیں کر سکتے کہ فرانس کی "اعتدال پسند جمہوریہ" کی کامیاب کیساتھ ان اقوام کو بھی شکست ہوئی جنہوں نے فروری کے انقلاب میں آزادی کی جنگ میں حصہ لیا تھا۔ اور جب انقلاب پسند مزدوروں کو شکست ہو گئی تو یورپ کو غلامی کی دوہری زنجیروں میں گرفتار ہو جانا پڑا۔ یہ دوہری غلامی ایک طرف انگریزوں کی دوسری طرف روسیوں کی تھی ماہ جون میں پیرس کا ہنگامہ ویانا کا سقوط ۱۸۴۸ء میں برلن کا المفرحیہ پولینڈ اطالیہ اور ہنگری کی جان توڑ سعی، آئرستان کی جبراً اطاعت پذیری۔ یہ وہ واقعات ہیں جو ۱۸۴۸ء میں یورپ میں رونما ہوئے۔ اس زمانے میں مزدور اور سرمایہ دار کی کشمکش ایک بحرانی دور سے گزر رہی تھی۔ ان واقعات سے ہم نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ہر انقلابی شورش خواہ اس کا تعلق جماعتی کشمکش سے ہو یا نہ ہو اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک کہ مزدور جماعت آزاد و خود مختار نہ ہو جائے۔ سماجی اصلاح کی ہر تحریک اس وقت تک ذہنی یا نچی ہی رہیگی۔ جبتک کہ پرولتاریہ کا انقلاب، اور جاگیرداروں کا جوابی انقلاب ایک عالمی جنگ کی صورت میں رونما ہو کر کامیاب انجام تک نہ پہونچ نہ جائیں۔ ہمارے اس بیان کی تائید میں بلجیم اور سوئٹزرلینڈ کے دو، المفرحیہ تاریخی واقعات ہیں جو کہ ایک خاکہ کیطرح پیش کئے جا سکتے ہیں۔ اس میں سے ایک ریاست بورژوائی شاہی کا نمونہ تھی اور دوسری بورژوائی جمہوریت کی نمائندہ تھی۔ دونوں ریاستیں یہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہی تھیں کہ وہ جماعتی کشمکش کی الجھنوں سے بالکل آزاد اور بے نیاز ہیں جیسے کہ وہ یورپی انقلاب سے،

بے تعلق ہیں [1]

اب جبکہ ہمارے قارئین نے ۱۸۴۸ء کی جماعتی کشمکش کو ایک عظیم سیاسی الجھن میں تبدیل ہوتے ہوئے دیکھ لیا ہے۔ ہمارے لئے یہ ضروری ہو گیا ہے کہ ہم سرمایہ دار طبقہ کے جابرانہ عمل کی وجہ دریافت کریں اور مزدوروں کی غلامی و پسماندگی کے حقیقی اسباب تلاش کریں ہم اس موضوع پر بحث کرنے سے قبل اس مسئلہ کو تین ابواب میں تقسیم کرتے ہیں تاکہ بآسانی تجزیہ ہو سکے

(۱) اجرتی محنت اور سرمایہ کا تعلق:۔ سرمایہ دار کا اقتدار اور مزدور کی غلامی

(۲) موجودہ نظام میں متوسط طبقے اور عوام [2] کی بربادی

(۳) دنیا کی منڈیوں کے واحد اجارہ دار ــــ انگلستان ــــ کے ناجائز قبضہ سے مختلف یورپی اقوام کی بورژوائی جماعتوں کا استحصال اور ان کی غلامی [3]

ہم ان بنیادی موضوعات پر تفصیلی روشنی ڈالینگے اور اس مفروضہ کے ساتھ کہ ہمارے قارئین معاشیات کے ابجد بھی نہیں جانتے۔ ہمارے انداز بیان کو سلیس بنانیکی کوشش کی جائیگی کہ جاہل مزدور بھی ان سے واقف ہو سکے۔ جرمنی کا معیار تعلیم اتنا بلند نہیں ہے کہ ہماری تعلیمات کو سمجھ سکے۔ اسلئے ہماری یہی کوشش رہیگی کہ ہر شخص ہماری بات سمجھ سکے۔ اب ہم اپنے موضوع کے ابتدائی عنوان پر اپنی بحث شروع کرتے ہیں ــ

---

[1]۔ یاد رہے کہ یہ کتاب چالیس سال پیشتر لکھی گئی ہے۔ آجکل سوئزرلینڈ اور بلجیم کی جماعتی کشمکش اپنے انتہا کو پہنچ چکی ہے اور اب یہاں کی حکمران جماعتیں اپنے آپکو علیحدہ رکھنے کے باوجود بھی غیر جانبدار نہیں رہ سکتیں (مترجم بزبان انگریزی)

[2]۔ مارکس نے عوام کا لفظ خاص معنوں میں استعمال کیا ہے۔ عوام کی دولتمندی، مذہبی طبقہ اور ملازمین حکومت سے امتیاز کیا گیا ہے۔ اس لفظ کی ابتدا جاگیرداری نظام کے زمانے میں ہوئی۔ اسوقت آزاد شہری اور دیہاتی کو عوام کہا جاتا تھا۔ یہ عوام، شہری بورژوائی طبقہ کے پیشرو ہیں۔

[3]۔ اینگلز نے اپنے مقدمہ میں یہ بیان کر دیا ہے کہ مارکس نے "اجرتی محنت و سرمایہ" کے متعلق مضامین کا جو سلسلہ شروع کیا تھا وہ پورا نہ ہو سکا۔ اس کتابچہ میں صرف ابتدائی عنوان کی بحث ہو سکی ہے۔

باب دوم

اجرت کیا ہے؟

اگر مزدوروں سے دریافت کیا جائے کہ "تمہیں کتنی اجرت ملتی ہے؟ تو ہمیں یہ جواب ملیگا کہ" ہمارا سرمایہ دار ہمیں دو آنے دیتا ہے" کوئی کہیگا کہ "ہمیں تین ملتے ہیں۔ غرض اس طرح ہر مزدور اپنی اجرت بتلاتا جائیگا۔ چونکہ ہر مزدور کا کام مختلف ہوتا ہے۔ اسلئے ان کی اجرتیں بھی مختلف ہوتی ہیں۔ مگر ان مختلف جوابات کے باوجود ان میں ایک بات مشترک رہتی ہے" اجرتیں، زر کی وہ مقداریں جوکہ ایک معینہ وقت تک محنت کرنے یا کسی خاص کام کی تکمیل کے بعد سرمایہ دار معاوضہ کے طور پر مزدور کو ادا کرتا ہے۔"

سرمایہ دار اپنے زر سے مزدور کی محنت خریدتا ہے اور مزدور اسی زر کیلئے اپنی محنت سرمایہ دار کے ہاتھوں فروخت کرتا ہے۔ مگر بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو

معلوم ہوگا کہ دراصل مزدور محنت فروخت نہیں کرتا بلکہ وہ اپنی محنت کی قوت، سرمایہ دار کو فروخت کرتا ہے، سرمایہ دار، مزدور کی محنت کرنے کی قوت کو ایک دن۔ ایک ہفتہ یا ایک مہینہ کے لئے خریدتا ہے اور مدت معینہ تک اپنے حسب دلخواہ اس کا استعمال کرتا رہتا ہے۔ اسی زر میں جس سے کہ سرمایہ دار نے مزدور کی قوتِ محنت خریدی ہے۔ وہ کوئی اور شئے بھی خرید سکتا تھا مثلاً مزدور کو دو آنے اجرت دینے کے بجائے وہ دو آنے سے شکر یا گوشت بھی خرید سکتا تھا۔ مگر اس نے ایک دن کے لئے مزدور کی محنت کی قوت کو خرید الیعنی مزدور کے بارہ گھنٹوں کی محنت کی قوت بھی ایک جنس ہے۔ مزدور کی محنت کی قوت اور شکر دونوں جنس میں جو فرق ہے وہ یہی ہے کہ ان کی دریافت کے پیمانے جدا جدا ہیں۔ شکر کو ترازو سے تولا جاتا ہے اور مزدور کی محنت کی قوت کو وقت سے جانچا جاتا ہے۔ مگر دونوں کی نوعیت ایک ہی ہے۔

مزدور اپنی جنس (یعنے محنت کی قوت) کو زر کے معاوضے میں سرمایہ دار کے ہاتھوں فروخت کرتا ہے۔ زر اور قوت کا یہ تبادلہ ایک خاص تناسب سے ہوتا رہتا ہے۔ مزدور کی محنت کی قوت کو ایک معینہ مدت کے لئے سرمایہ دار ایک مقررہ رقم پر خریدتا ہے مثلاً مزدور کی بارہ گھنٹے کی قوت محنت کا معاوضہ صرف دو آنے ادا کیا جاتا ہے۔ ان دو آنوں سے مزدور اپنی ضروریات زندگی، غذا، لباس مکان اور روشنی وغیرہ مہیا کر لیتا ہے۔ ان اشیاء کے معاوضہ میں مزدور نے دن بھر کی قوت محنت فروخت کی ہے۔ یہ دو آنے اسی تناسب کو ظاہر کرتے ہیں۔ جیسے مزدور نے اپنی محنت کی قوت کو اپنی ضروریات زندگی کی خاطر سرمایہ دار سے دو آنے میں تبدیل کر لیا ہے۔ یہی مزدور کی محنت کی قوت کی شرح مبادلہ ہے۔

کسی جنس کی شرح مبادلہ اگر زر میں ظاہر کی جائے تو وہ اس کی قیمت کہلائیگی لہذا اجرتیں دراصل محنت کی قوت کی قیمت کا خصوصی نام ہیں۔ عام جنسوں کی شرح

تبادلہ جو زریں ظاہر ہوتی ہیں وہ قیمت کہلاتی ہیں اور انسان کی محنت کی قوت کی اجرت کہلاتی ہیں۔

اس موقعہ پر مزید تشریح کے لئے کسی مزدور کی محنت کا تجزیہ بہتر ہوگا۔ فرض کیجئے کہ ایک سرمایہ دار کسی بافندے کو چرخہ اور سوت دیتا ہے تاکہ وہ محنت کرے اور کپڑا بنائے۔ بافندہ کپڑا تیار کرتا ہے۔ اور سرمایہ دار کے حوالہ کرتا ہے جس کو سرمایہ دار ایک روپیہ میں فروخت کرتا ہے سرمایہ دار اس ایک روپیہ میں۔ چرخے، سوت، محنت اور منافع سب ہی مدات کو شریک کرتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مزدور کو جو اجرت، اس کی محنت کے معاوضہ میں ملی وہ بالکل قلیل تھی۔ یہاں اس سے کوئی بحث نہیں کہ وہ کپڑا فروخت نہ ہو سکے یا ضائع ہو جائے یا گراں قیمت پر فروخت ہو چونکہ بافندے کو اس سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہاں پر یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ سرمایہ دار اپنی دولت سے مزدور کی محنت کی قوت کو اسی طرح خریدتا ہے جس طرح اس نے دوسری جنس چرخہ اور سوت خریدے ہیں اس طرح بافندہ بھی چرخہ یا سوت کی حیثیت رکھتا ہے جو سرمایہ دار کی ملک ہیں جسے اس نے خریدا ہے۔ اس کا اپنی تیار کی ہوئی جنس پر کوئی قبضہ و اختیار نہیں۔

مزدور کی اجرت اس جنس میں کوئی حصہ نہیں رکھتی جو کہ اس نے تیار کی ہے اجرتیں بھی اس جنس کا ایک حصہ ہیں جو کہ سرمایہ دار کے پاس پہلے ہی سے بشکل زر موجود ہیں جن سے وہ مزدور کی محنت کی قوت کو اسی طرح خریدتا ہے جس طرح کہ اس نے سوت اور چرخہ خریدا ہے۔

اس تشریح سے یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ محنت کی قوت بھی ایک جنس ہی جس کا مالک یعنی مزدور اس کو سرمایہ دار کے ہاتھوں فروخت کر ڈالتا ہے۔ مزدور اپنی محنت کو محض اس لئے فروخت کرتا ہے کہ وہ زندہ رہنا چاہتا ہے۔ وہ

زندہ رہنے کے لئے مزدوری کرتا ہے۔ محنت اسکی زندگی کا وہ فعل ہے جسکو فروخت کرکے وہ اجرت حاصل کرتا ہے۔ اسطرح وہ اپنی محنت یا محنت کی قوت کو ہمیشہ کیلئے سرمایہ داروں کے سپرد کرچکا ہے چونکہ اسکو زندہ رہنا ہے۔ اسلئے اپنی محنت سے جو کچھ بنایا ہے۔ اس پر اسکا کوئی قبضہ نہیں۔ ریشم و اطلس، کمخواب، عالیشان ایوان و قصر جو سب اسی کی محنت کا نتیجہ ہیں اسکے نہیں ہیں بلکہ اس نے جو پیدا کیا ہے وہ اسکی اجرت ہے اور اسکا سرمایۂ حیات چند خشک لقمے، بوسیدہ چھتڑے اور تاریک جھونپڑے ہیں اسکی اصلی زندگی اسوقت شروع ہوتی ہے۔ جب وہ کام ختم ہونے کے بعد اپنے گھر لوٹتا ہے اور وہ گھنٹے جس میں دوسروں کیلئے محنت کرتا ہے اسکے لئے کوئی معنی نہیں رکھتے۔

محنت کی قوت آج ایک جنس بن گئی ہے۔ پہلے ایسا نہ تھا۔ آج اجرتی محنت یا آزاد محنت ایک جنس بن گئی ہے یہ حال کی پیداوار ہے۔ ابتدا میں غلام اپنی محنت اپنے آقا کو فروخت نہیں کرتا تھا۔ آقا اسکی محنت کی قوت کا اسی طرح مالک تھا جیسے آج بھی جانوروں کی محنت کرنے کی قوت انکے مالکوں کی ملک ہے۔ غلام مع اسکی محنت کی قوت کے اپنے مالک کے لئے ہمیشہ کی ملکیت رہتا تھا۔ وہ خود ایک جنس تھا جو ایک آقا کے ہاتھ سے دوسروں کے ہاتھوں فروخت[1] ہوسکتا تھا مگر اسکی قوت محنت جنس نہ تھی۔ غلام اپنی قوت محنت کا صرف ایک حصہ فروخت کرتا تھا مگر وہ خود اجرت یا معاوضہ حاصل نہیں کرسکتا تھا بلکہ اس کا آقا اس کا مالک تھا۔ وہ بالکلیہ اپنے آقا کی ملکیت تھا۔ اس کے برخلاف آزاد مزدور اپنی زندگی کے چار، چھ ۔ ۔ ۔ ۔ دس گھنٹے روزانہ انکے ہاتھوں فروخت کرتا ہے جو اسے زیادہ سے زیادہ مزدوری ادا کرتے ہیں۔ یہ مزدور سرمایہ دار کے غلام نہیں ہیں۔ بلکہ آٹھ دس (۱۰) گھنٹے کے لئے

---

[1] لفظ "فروخت" اس موقع پر صحیح مفہوم ادا نہیں کرتا چونکہ غلامی کے دستور میں محنت کی خرید و فروخت کا ذکر ہی نہ تھا۔

اپنی قوت محنت فروخت کرتے ہیں۔ جب انہیں سرمایہ دار کی خدمت پسند نہیں آتی وہ خود اسکو چھوڑ سکتے ہیں اور اسی طرح سرمایہ دار انہیں ماموریا علیحدہ کر سکتا ہے۔ مگر یہ مزدور جن کا ذریعہ معاش اپنی قوتِ محنت فروخت کرتا ہے وہ اپنی محنت کے خریداروں یعنی سرمایہ داروں کا دامن نہیں چھوڑ سکتے یہ ممکن ہے کہ وہ ایک سرمایہ دار کے پاس سے علیحدہ ہو جائیں اور دوسرے کے ہاں کام پر آجائیں مگر وہ سرمایہ دار طبقہ سے جدا نہیں ہو سکتے۔ مزدور تمام سرمایہ دار طبقہ کا غلام ہے۔ اس کی قسمت میں اس سرمایہ دار کی تلاش لکھی ہوئی ہے جو اس کی محنت خریدنے تیار ہو چونکہ سرمایہ دار مزدور کے پاس اسکی محنت کی قوت خریدنے نہیں جایا کرتا۔

اجرتی محنت اور سرمایہ کے تعلق پر ایک گہری نگاہ دوڑانے سے بیشتر ہم ان عام حالات پر روشنی ڈالینگے جو اجرتوں کے تعین کے سلسلے میں پیش آتے ہیں

اجرتیں، جیسا کہ ہم نے اوپر کہا ہے جنس یا مزدور کی محنت کی قوت کی قیمت ہیں۔ جسطرح کہ عام اشیاء کی قیمتوں کا تعین کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح ان ہی اصولوں پر اجرتوں کا تعین بھی ہوتا ہے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جنس کی قیمت کس طرح متعین اور مقرر کی جاتی ہے۔

بیگار یا مزدور زمیندار اور سرمایہ دار کیلئے جو محنت کرتے ہیں وہ نوعیت کے اعتبار سے جدا ہیں۔ یہاں مارکس نے "فروخت" کا لفظ استعمال حقیقت (ALIENATION) کے معنوں میں استعمال کیا ہے (مترجم)۔

باب سوم

جنس کی قیمت مقرر کرنیکے طریقے

کسی جنس کی قیمت طلب رسد کے تناسب، فروشندہ اور خریدار کے باہمی مقابلے اور جنس کی۔ بازار میں موجودگی و اس کی حاجت کے لحاظ سے مقرر ہوتی ہے۔ جب کسی جنس کے حصول کیلئے خریداروں یا فروشندوں کے مابین مقابلہ ہوتا ہے تو اس کی قیمت سہ گنا بڑھجاتی ہے۔

ایک ہی چیز مختلف تاجر فروخت کرتے ہیں جو تاجر اس شئے کو سب سے کم قیمت پر فروخت کریگا وہ دوسرے تاجروں پر سبقت لیجائیگا اور بازار پر اپنا قبضہ جمالیگا۔ اسی لئے تاجر بازار پر اپنا قبضہ جمانے کے لئے آپس میں لڑتے رہتے ہیں ہر تاجر کی کوشش رہتی ہے کہ وہ آزادانہ تجارت کر سکے اس کی اس خواہش

کے باعث تاجروں میں مقابلہ شروع ہوتا ہے۔ ہر ایک بازار حاصل کرنے کی خواہش میں ارزاں فروخت کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے قیمتیں گر جاتی ہیں۔

تاجروں کی طرح گاہکوں میں بھی آپس میں مقابلہ شروع ہو جاتا ہے جس سے جنس کی قیمت میں اضافہ ہوتا ہے۔

بالآخر گاہکوں اور تاجروں میں مقابلہ شروع ہونے لگتا ہے۔ خریدار یہ چاہتے ہیں کہ وہ کم سے کم قیمت پر کسی شئے کو خریدیں اور تاجر کی یہ خواہش رہتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ قیمت پر اس کو فروخت کرے۔ اس باہمی جدوجہد کے نتیجہ کا انحصار اس طبقہ پر ہے جو ان سب میں طاقتور ہے۔ خواہ وہ خریداروں کے طبقہ سے متعلق ہو یا تجار کے طبقہ سے تعلق رکھتا ہو۔ صنعت و حرفت کے باعث آج دو بڑی جماعتیں میدان میں ایک دوسرے کی مخالف آئی ہوئی ہیں۔ لیکن ہر جماعت میں بھی آپس میں اختلافات ہیں۔ جماعت کا ہر رکن یہ چاہتا ہے کہ وہ سر سبز اور کامیاب ہو۔ اس کے لئے وہ اپنی جماعت کے ساتھیوں سے لڑتا رہتا ہے۔ اور بعد میں اپنی مخالف جماعت سے ٹکر لیتا ہے۔ اس تصادم میں وہی کامیاب رہتے ہیں جن کے ہاں ذاتی اختلافات کم ہوں مثلاً کسی منڈی میں سوت کے ایک سو گانٹھ ہیں بازار میں ایک ہزار گانٹھ کی مانگ ہے۔ یعنی سوت کی طلب رسد سے دس گنا زائد ہے۔ اس لئے اس کی خریداری کیلئے گاہکوں میں سخت مقابلہ شروع ہو جاتا ہے ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ اس کو زیادہ سے زیادہ گانٹھ مل جائیں۔ یہ کوئی فرضی مثال نہیں ہے بلکہ تاریخ کا ایک صحیح واقعہ ہے، کئی مرتبہ ایسے مواقع پیش آئے ہیں کہ چند سرمایہ دار سوت کے محدود رسد اور کثرتِ طلب کی وجہ سے ساری دنیا کا سوت خریدنا چاہتے تھے۔ اس موقع پر سوت کے تاجر خاموش رہتے ہیں چونکہ گاہکوں کے باہمی مقابلہ کی وجہ سے انہیں یہ یقین ہے کہ ان کا تمام سوت بھاری

قیمتوں پر فروخت ہوگا۔ اگر وہ خود آپس میں لڑیں تو سوت کی قیمت گر جائیگی اس لئے وہ خاموش رہتے ہیں اور سوت کی قیمت بڑھتی رہتی ہے

اگر کسی جنس کی رسد اسکے طلب کے مقابلہ میں کم ہو تو تاجروں میں باہمی مقابلہ ہی نہ ہوگا بلکہ گاہکوں میں جنس کے حاصل کرنے کیلئے مقابلہ شروع ہوگا جسکا نتیجہ یہ نکلیگا کہ جنس کی قیمت میں اضافہ ہوتا رہیگا

اسکے برخلاف جب تاجروں ہی میں مقابلہ شروع ہو جائے تو قیمتیں گرنے لگتی ہیں اور جنس بازار میں سستی فروخت ہوتی ہے۔ بعض مرتبہ طلب کی کمی اور رسد کی زیادتی کی وجہ سے مال کی نکاسی کیلئے تاجر خود آپس میں مقابلہ کرنے لگتے ہیں جس سے قیمتیں گر جاتی ہیں۔ مگر تجار کا باہمی مقابلہ کم ہوتا رہتا ہے بلکہ گاہکوں ہی میں زیادہ مسابقت ہوتی رہتی ہے جسکی وجہ سے جنس کی قیمت بڑھجاتی ہے۔ اس موقعہ پر ہم قیمتوں کی کمی یا زیادتی یا اشیاء کی ارزانی و گرانی پر روشنی ڈالینگے اور یہ دریافت کرینگے کہ اگر جنس کی قیمت طلب و رسد کے تعلق و تناسب سے مقرر کی جاتی ہے تو طلب و رسد کو کن چیزوں سے معین و مقرر کیا جاتا ہے۔ اس مسئلہ کی تشریح کیلئے ہم ایک شہری سے جو اپنی جنس فروخت کرنے جارہا ہے۔ یہ دریافت کرینگے کہ وہ اس جنس کو کتنے میں فروخت کرے گا۔ وہ کچھ اس طرح ہمارے سوال کا جواب دے گا۔ میں نے

اس جنس کو سو روپیہ میں خریدا ہے۔ اگر مجھے ایک سال کے اندر اس پر دس روپیہ منافع مل جائے تو اسکو فروخت کردوں گا، اگر ایک سال کے بعد میں فروخت کروں تو مجھے ایک سو تیس یا ایک سو چالیس روپیہ منافع ملے گا۔ اسلئے میں ایک سال بعد فروخت کروں گا"۔ ایک سو روپیہ کی شئے ایکسو دس یا ایکسو چالیس روپیہ میں فروخت ہو جائے تو اسکی اصل قیمت کے معیار میں کوئی فرق نہ آئیگا جو نکہ اس جنس کی پیدائش پر جو لاگت

آتی ہے وہ ہی اسکا معیار ہے۔ اگر لاگت سے زیادہ رقم ملجائے تو یہ منافع ہوگا اور اگر کم رقم ملے تو یہ نقصان ہوگا۔ کوئی تاجر اپنے نفع و نقصان کا اندازہ اسی شرح تبادلہ سے لگاتا وہ لاگت کو صفر سمجھکر یہ معلوم کرتا ہے کہ جنس کی شرح تبادلہ اس سے زیادہ ہے یا کم اگر زیادہ ہے تو اسے نفع ہوگا اور کم ہے تو اسے نقصان ہوگا۔

پچھلے صفحات میں ذکر کیا گیا ہے کہ رسد و طلب کے تناسب سے اجناس کی قیمتوں میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ اگر کسی جنس کی قیمت رسد کی کمی یا طلب کی زیادتی کی وجہ سے بڑھجائے تو اسکے ساتھ ہی کسی دوسری جنس کی قیمت میں کمی ہونی چاہیئے چونکہ کسی جنس کی قیمت کا مطلب یہ ہے کہ قیمت وہ زر ہے جس سے ایک خاص تناسب میں کوئی دوسری شئے ہم معاوضہ میں خرید سکیں مثلاً ایک گز ریشم کی قیمت دو آنے سے تین آنے ہوجائے تو اس صورت میں ہم کہہ سکیں گے کہ ریشم کے مقابلے میں چاندی کی قیمت گرگئی ہے اور اسی طرح ان تمام جنسوں کی قیمتیں جو کہ یکساں رہی ہیں۔ ریشم دوسری جنس کے تبادلہ میں حاصل کرنا مقصود ہو تو اس جنس کی زیادہ مقدار ہمیں تبادلے میں دینا ہوگا۔ کسی جنس کی قیمت میں اضافہ سے سرمایہ کا ایک بڑا حصہ ان ممالک میں چلاجاتا ہے جہاں اس جنس کی زیادہ سے زیادہ پیداوار ہوتی رہتی ہے۔ سرمایہ کا یہ نقل مقام اسوقت تک جاری رہیگا جبتکہ پیداوار میں انتہائی افراط کی وجہ سے اسکی قیمت گر نہ جائے اور وہ جنس ارزاں نہ ہوجائے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ کسی جنس کی گرانی کی وجہ سے دوسرے ممالک کی دولت اس ملک میں نقل مقام کرتی ہے اور اگر جنس ارزاں ہو تو اس ملک سے دوسرے ملک میں منتقل ہوتی ہے

یہ بتلایا گیا ہے کہ طلب و رسد کے اتار چڑھاؤ سے اکثر کسی جنس کی قیمت اس کی لاگت کے مساوی کی جا سکتی ہے۔ کسی جنس کی حقیقی یا اصلی قیمت اسکی لاگت کے مقابلے میں بڑھی ہوئی ہو سکتی ہے یا کم مگر جب یہ اتار چڑھاؤ بر عکس صورتوں میں ہو تو یہ دونوں قیمتیں توازن میں آ جاتی ہیں۔ اگر ایک معینہ مدت تک اجناس کے اتار چڑھاؤ کو محسوب کیا جائے تو ہمیں یہ معلوم ہوگا اجناس کا باہمی تبادلہ ان کی لاگت کی مناسبت میں ہوگا۔ اس لحاظ سے اجناس کی قیمت ان کی لاگت سے معین کی جاتی ہے۔

ایک بورژوائی ماہر معاشیات' اجناس کی لاگت سے ان کی قیمت کے تعلق کو کبھی سمجھ نہیں سکتا۔ ان ماہرین معاشیات کا کہنا ہے کہ اجناس کی اوسط قیمت ان کی لاگت کے مساوی ہوتی ہے وہ اس عمل کو معاشیات کا بنیادی اصول قرار دیتے ہیں۔ یہ ماہرین اس نراجی تحریک کو جسمیں قیمتوں کی گرانی کو انکی ارزانی اور ارزانی کو گرانی سے متوازن بنانے کی سعی کی جاتی ہے۔ ایک حادثہ بتلاتے ہیں۔ ہم بھی قیمتوں کے اس آتار چڑھاؤ کو ایک بنیادی اصول' اور اجناس کی قیمت کے بہ اعتبار لاگت تعین کو ایک حادثہ کہتے ہیں۔ مگر جب قیمتوں کے اتار چڑھاؤ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ہمیں یہ معلوم ہوگا کہ قیمتوں کا یہ تغیر اپنے ساتھ ایک مصیبت عظیم لاتا ہے اور یہ تغیر ایک زلزلہ کی طرح بورژوائی سماج کی بنیادیں ہلا دیتا ہے۔ قیمتوں کا اتار چڑھاؤ اجناس کی قیمتوں کو ان کی حقیقی لاگت کے مطابق کرنے کے لئے انہیں مجبور کرتا ہے۔ اس غیر منظم تحریک کی مجموعی حیثیت ہی میں اس تحریک کا ضبط و نظم موجود ہے۔ صنعتی نراج کے اس مکمل دور میں جس میں قیمتوں کا اتار چڑھاؤ ایک دائمی حیثیت سے ہوتا رہتا ہے۔ تجار اور گاہک کے باہمی مقابلے میں توازن پیدا ہو جاتا ہے۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ اجناس کی قیمتیں قطعی طور ان کی لاگت کے مقابلے میں مقرر کی جاتی ہیں مگر تعین قیمت میں یہ امر ملحوظ رکھا جاتا ہے کہ جب کسی جنس کی قیمت لاگت کے مقابلے میں بڑھ جائے اور جب لاگت سے کم ہو جائے تو ان دونوں اوقات میں ان قیمتوں میں ایسی لچک رہے کہ قیمتیں لاگت کے قریب قریب رہیں اور کم نہوں۔ اس اصول کا تمام صنعتوں پر اطلاق ہوتا ہے کسی جنس کی قیمت کا تعین جب پیداآوری قیمت کی وساطت سے ہو اس میں مزدور کی قوتِ محنت بھی شریک رہتی ہے۔ چونکہ کسی جنس کی لاگت کا انحصار ان ہی دو چیزوں پر ہی منحصر ہے۔

(۱) اشیائے خام اور مشین و آلات وغیرہ۔

(۲) محنت کی قوت کی مقدار...... جس کا بلحاظ وقت تعین ہوتا ہے

ان دو اساس پر قیمت کا تعین ہوا کرتا ہے۔ جس کی مزید تشریح آئندہ ابواب میں کی جائیگی۔

باب چہارم

اجرتیں کیونکر مقرر کی جاتی ہیں

اجرتیں یا قوت محنت کی قیمتیں بھی انہی اصول و قوانین کے ذریعہ مقرر کی جاتی ہیں جو کسی جنس کی قیمت مقرر کرنے کے لئے مروج ہیں۔ رسد و طلب کے لحاظ سے اجرتیں بھی کم و زیادہ مقرر ہوتی رہتی ہیں اس کے علاوہ اجرتوں کے اتار چڑھاؤ کا انحصار سرمایہ دار اور مزدور کے باہمی مقابلے پر بھی منحصر ہے عام طور پر اجرتوں میں جو اتار چڑھاؤ ہوتا ہے وہ کسی جنس کی قیمت کے اتار چڑھاؤ کے مماثل ہے۔ لیکن اس اتار چڑھاؤ کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قوت محنت کو دیکھا جاتا ہے کہ اس میں کتنی توانائی ہے اور مزدور کتنے گھنٹے کام کر سکتا ہے۔

اس لحاظ سے محنت کرنیکی قوت کی قیمت کا جو تعین ہوتا ہے وہ اسکو مزدور ہی کی حیثیت سے رکھتا ہے اور اسکے آگے نہیں بڑھاتا۔ اسی اجرت ہی میں وہ زندہ رہتا ہے اور اہل و عیال کی پرورش کرتا ہے۔

کسی خاص کام کو سکھانے کے لئے جتنی مدت درکار ہوگی۔ اتنی ہی کم مزدور کی اجرت بھی ہوگی۔ چونکہ اس کی قوت کی قیمت (اجرت) بھی اسی تناسب سے کم ہوگی۔ صنعت کے ان شعبوں میں جہاں پر کار آموزی کی کوئی مدت نہ ہو اور مزدور کا جسمانی وجود ہی کافی سمجھا جاتا ہے۔ وہاں اسکی قیمت بہت محدود ہو جاتی ہے اسکو صرف اتنی اجرت ملتی ہے کہ وہ اپنا پیٹ بمشکل بھر سکے

یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ آخر سرمایہ دار کسی شئے کی قیمت مقرر کرتے وقت مشین و آلات کی فرسودگی کے اخراجات بھی قیمت میں شریک کرتا ہے مثلاً ایک مشین کی قیمت ایک ہزار روپیہ ہے اور یہ مشین دس سال بعد ناقابل استعمال ہو جاتی ہے۔ آجر اخراجات فرسودگی کی وصولی کے لئے یہ اختیار کرتا ہے کہ اپنے کارخانے کی بنائی ہوئی اشیاء کی قیمت پر وہ ہر سال سو روپیے کا اضافہ کرتا ہے اسطرح وہ دس سال تک ایک ایک سو روپیہ بڑھاتا رہتا ہے تاکہ وہ اس مدت کے بعد ایک نئی مشین خرید سکے اسی طرح مزدور کی اجرت کا حساب بھی مقرر ہے یہ لحاظ رکھا جاتا ہے کہ مسن مزدوروں کی جگہ نئے مشین کی طرح نئے جوان مزدور کام پر آئیں جس طرح مشین کی خرابی کا حساب لگایا جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح مزدور کی کمزوری یا اسکے اعضاء کی خرابی کا حساب لگایا جاتا ہے تاکہ اس وقت جبکہ مزدور کی قوت جواب دے اسکو ہٹا کر اس جگہ جوان اور طاقتور مزدور کو کام پر لگایا جا سکے۔

چنانچہ معمولی قوت محنت کا معاوضہ معمولی شرح میں ادا کیا جاتا ہے۔ یہ اجرتیں " اقل ترین اجرتیں " کہلاتی ہیں۔ جس طرح کسی جنس کی قیمت اس کی لاگت کے لحاظ سے مقرر کی جاتی ہے۔ اسیطرح کسی ایک مزدور کی اقل ترین اجرت کا تعین نہیں ہوتا

اتنی اجرت بھی نہیں ملتی کہ وہ مرفہ الحال زندگی گزار سکیں۔ گو یہ صحیح ہے کہ مزدور طبقہ کی اجرت اجتماعی محنت کی وجہ سے یوں ہم آہنگ ہو جاتی ہے کہ اسکی اوسط اجرت اس اقل ترین اجرت سے زیادہ ہو جاتی ہے جس سے مزدور طبقہ بھوک اور افلاس سے محفوظ رہکر تن پروری و شکم پری کر سکتا ہے۔

اب جب کہ ہم نے اس اصول کو دریافت کر لیا ہے جسکے تحت اجرتوں اور قیمتوں کا تعین ہوتا ہے۔ ہم اپنے موضوع کو اور وضاحت سے بیان کرینگے۔

باب پنجم

سرمایہ کی نوعیت اور اس کا نشو و نما

اشیائے خام، آلات و مشین اور وہ تمام ذرائع سناش جن سے نئے آلات اور نئے اجناس پیدا ہوتے ہیں۔ سرمایہ کہلاتے ہیں۔ سرمایہ کے یہ تمام اجزائے ترکیبی محنت سے پیدا ہوتے ہیں اور محنت ہی کی پیداوار ہیں۔ اسی لئے ان کو جمع شدہ محنت کہا جاتا ہے۔ جو جمع شدہ محنت پیداآوری کا کام کرے وہی سرمایہ ہے۔

کسی جنس یا شئے کی تیاری و ساخت میں انسان نہ صرف فطرت کو استعمال میں لاتا ہے بلکہ وہ اپنے نوع کو بھی اپنا شریک کار رکھتا ہے اور اپنی محنت سے ایک نئی جنس پیش کرتا ہے۔ وہ اپنی فعلیت و کارکردگی کو دوسرے مزدور ساتھیوں کے ساتھ ہم آہنگ کر لیتا ہے اور اس متحدہ قوت اور سمجھوتہ سے فطرت کی طاقتوں پر بھی عمل کرتا ہے

اس سماجی اتحاد سے اسکی مشکلات آساں ہوجاتی ہیں اور وہ نئی نئی اجناس کا خالق بنتا ہے
مزدوروں کے باہمی اتحاد اور کارکردگی میں ہم آہنگی ۔ یہی وجوہ ہیں کہ جسکے باعث نئی قدریں پیدا کر سکتے ہیں ۔ مگر ان کے ان سماجی رشتوں یا باہمی اتحاد کی قدریں نئے ذرائع پیداوار اور نئے عاملین پیدائش کی وجہ سے فطری تغیرات و تبدیلیاں پیدا ہوجاتی ہیں۔ آج آلات جنگ میں آتشی اسلحہ کی ایجاد سے افواج کے طریقہ لڑائی میں بڑا فرق پیدا ہو گیا ہے ۔ پہلے ایک فوج جو کام انجام دیتی تھی وہ آتشیں اسلحہ کی بدولت اب انجام دینے سے قاصر ہے ۔ اس ایک ایجاد سے جنگ کا نظام جیسے بدلگیا ہے اسی طرح نئے عاملین پیدائش کے باعث مزدور کے سماجی رشتوں میں بھی تغیرات رونما ہو رہے ہیں ۔ سماجی تعلقات کا انحصار ذرائع پیداوار ہی پر ہے ۔ ذرائع پیداوار جیسے جیسے بدلتے جارہے ہیں ، سماج بھی ارتقاء کے منازل طے کر رہی ہے ۔ قدیم سماج ۔ جاگیرداری سماج اور بورژوائی یا سرمایہ دارانہ سماج ذریعہ پیداوار کی تبدیلی کا نتیجہ ہیں اور ہر ایک سماج علیحدہ علیحدہ طور پر انسانی تاریخ کے ارتقاء کی جدا جدا نمائندہ ہے ۔

سرمایہ بھی پیداوار کا ایک سماجی رشتہ ہے ۔ مگر رشتہ سرمایہ دارانہ ، جماعت کا خالق ہے اور سماج میں دولت کی تخلیق مزید کرتا ہے ۔ اشیائے خام ضروریات زندگی کے سامان اور آلات محنت یہ سب سماجی اور معاشی حالات کا تقاضا بنکر سرمایہ کی وجہ سے وجود میں لائے گئے ہیں ۔ آئے دن جو نئی نئی اجناس پیدا ہوتی جاتی ہیں اور سرمایہ کی وجہ سے پیدا ہو رہی ہیں وہ سماجی ضروریات کا تقاضا ہی ہیں ۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اشیائے خام آلات محنت ، مشین و اوزار ، سرمایہ کا دوسرا نام ہیں ان سے نئی نئی اجناس بنائی جاتی ہیں اور ان نئی جنسوں کو ہم سرمایہ کہتے ہیں ہم

تمام مادی پیداوار کو سرمایہ کہتے ہیں اور یہ کہنے میں بھی حق بجانب ہیں کہ تمام اجناس اور ان کی شرح تبادلہ بھی سرمایہ ہے۔ لہٰذا سرمایہ نہ صرف مادی پیداوار ہے بلکہ تمام اجناس ان کی شرح تبادلہ اور سماجی ارتقا کا مفہوم بھی اپنے اندر رکھتا ہے۔ اگر ہم سوت کے بجائے اون، چاول کے بجائے گیہوں اور ریل کے بجائے جہاز لیں تو اس سے سرمایہ کی قیمت اور ماہیت میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا۔ مگر شرط یہ ہے کہ سوت، گیہوں اور جہاز (جنہیں ہم مجموعی سرمایہ کہتے ہیں۔ اسکی شرح تبادلہ بھی وہی ہو جو کہ اون چاول اور ریل کی ہے۔ سرمایہ کی شکل وصورت میں تغیر ہو سکتا ہے مگر سرمایہ کی نوعیت میں کوئی تغیر نہیں ہوتا وہ ہمیشہ اپنی حالت میں قائم رہتا ہے۔

سرمایہ اجناس کی مجموعی تعداد یا اجناس کی شرح تبادلہ ہے۔ مگر ہر جنس کو یا ہر شرح تبادلہ کو سرمایہ نہیں کہا جا سکتا۔ اسکے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ تبادلہ کی خصوصیت بھی رکھے۔ مثلاً ایک مکان کی قیمت ہزار روپیہ ہے۔ اس مثال میں جنس اور شرح تبادلہ دونوں سرمایہ کہے جا سکتے ہیں جنس اسی پیداوار کو کہا جائیگا جسکا آپسمیں تبادلہ ممکن ہو۔ انکا تبادلہ خاص تناسب میں ہوا کرتا ہے جنہیں ہم شرح تبادلہ سے تعبیر کرتے ہیں جب یہ بشکل زر ہو رہا ہو تو ہم اس خاص تناسب کو قیمت کہتے ہیں۔ پیداوار کی مقدار میں کمی بیشی اور انکی ماہیت سرمایہ کے شرح تبادلہ اور قیمت پر اثر انداز نہیں ہوتی جیسا کہ ایک درخت خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا درخت ہی کہلائیگا۔ اسی طرح جنس ماہیت اور شکل وصورت سے کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا۔ ہم لوہے اور سونے کو اونس یا تولے کے پیمانوں میں تبادلہ کریں تو انکی خاصیت میں کیا فرق پیدا ہوگا۔ اونس تولہ، یا تولہ اونس ہو جیسے سونا اور لوہا اپنی خصوصیات نہیں کھوتے اور نہ ہم انہیں اجناس کی فہرست سے خارج کر سکتے ہیں نہ انکی شرح تبادلہ میں کوئی فرق رونما ہوتا ہے۔ البتہ ہم

کے اعتبار سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس جنس کی شرح تبادلہ زیادہ ہے۔ یا شرح تبادلہ کم ہے۔

سرمایہ کو ہم ایک سماجی قوت قرار دیتے ہیں اور سرمایہ کی ایک صفت یہ بھی سمجھتے ہیں کہ وہ شرح تبادلہ کا مجموعہ ہے سرمایہ سماجی قوت اس لئے ہے کہ وہ سماج کے ایک بڑے طبقہ کی محنت کی قوت کی پیدائش کا نتیجہ ہے اس کا نشوونما اسی محنت کی قوت سے ہو رہا ہے۔ محنت کی قوت کے اجرت کے ساتھ باہمی تبادلہ کی وجہ سے سرمایہ پیدا ہو رہا ہے اور ترقی کر رہا ہے

سماج میں ایک ایسی جماعت کا وجود جو محنت کرنیکی قابلیت کے سوائے کوئی دوسری ملکیت نہیں رکھتا۔ سرمایہ کا مفروضہ اولین ہے۔

سرمایہ اس محنت کا نتیجہ ہے جو آئے دن نئی نئی اجناس کی تخلیق کر رہی ہے اجرتی محنت کے بطن سے نئی اجناس پیدا ہو رہی ہیں اور نئی اجناس سے پھر دیگر نئی اجناس بنائی جا رہی ہیں۔ پچھلی محنت پر نئی کے اس تسلط سے سرمایہ پروان چڑھ رہا ہے نشوونما پا رہا ہے اور اپنی وسعتوں کو لامحدود کر رہا ہے۔

سرمایہ کا انحصار اس امر پر نہیں ہے کہ جمع شدہ محنت، نئی محنت کو نئی تخلیق کے لئے مجبور کرتی ہے بلکہ سرمایہ کے ارتقاء کا راز یہ ہے کہ نئی محنت یا ذی حیات محنت پچھلی جمع شدہ محنت کے واسطے و ذریعہ سے نئی اجناس پیدا کرتی ہے اور اپنے عمل کو اس طرح دائمی طور پر جاری رکھتی ہے کہ اس عمل سے سرمایہ ہر لحظہ ترقی کرتا ہے اور اپنی قدریں وسیع کرتا رہتا ہے۔

چھٹا باب

اجرتی محنت اور سرمایہ کا تعلق

مزدور کو اس کی قوتِ محنت کے معاوضہ میں جو اجرت ملتی ہے۔ یہی اسکی کائنات ہے۔ اسی کی بدولت وہ اور اسکا خاندان زندہ رہتا ہے۔ مزدور کی قوتِ محنت کے معاوضہ میں سرمایہ دار کو مزدور کی محنت کرنیکی فعلیت و تخلیقی قوت کے علاوہ اسکی جمع شدہ دولت میں بے شمار اضافہ بھی ملتا ہے۔ مزدور ہی اسکے کارخانہ کی پیداوار کی قیمت بڑھاتا ہے۔ ورنہ اسکے کارخانے میں آئی ہوئی خام اشیا اس قدر قیمتی نہیں ہوتی ہیں کہ وہ اپنی دولت میں اضافہ کر سکے اس باہمی معاوضہ پر نظر ڈالنے سے یہ ظاہر ہوجاتا ہے کہ سرمایہ دار کو اتنا بیش بہا اضافہ ہوتا ہے کہ اسکی خام اشیا کی سہ گنی دہ چوگنی قیمتیں وصول ہوجاتی ہیں مگر مزدور بیچارے کو ایک دن کی خوراک اور بمشکل لباس بھی نصیب ہوتا۔ اسی اجرت کے بدولت مزدور اپنا پیٹ بھر

ہے۔ تاکہ کچھ توانائی حاصل کرے اور دوسرے دن پھر کام کر سکے۔ اسکی زندگی ایک مشین کی طرح حرکت کرتی رہتی ہے۔ وہ سرمایہ دار کا دست نگر بنا ہوا اپنی زندگی کا جوہر اسکے سپرد کرتا ہے۔ وہ ہمیشہ کیلئے سرمایہ دار کا محتاج رہتا ہے

اس موقعہ پر ایک مثال کے ذریعہ تشریح کی جانی مناسب ہو گی۔ ایک مزدور کسی کھیت میں دن بھر کام کرتا رہتا ہے۔ جسکا معاوضہ اسکو ایک آنہ ملتا ہے۔ کھیت کے مالک کو فصل کٹ جانے اور فروخت ہونے پر مزدور کی قوت محنت کے معاوضہ میں ایک آنے کے بجائے دو آنے فائدہ ملتا ہے۔ کھیت کے مالک اسطرح سے نہ صرف مزدور کو دی ہوئی اجرت واپس حاصل کرتا ہے بلکہ سو فیصدی منافع بھی کما لیتا ہے۔ اسطرح یہ ایک آنہ دو طریقوں پر صرف ہوا ہے۔ سرمایہ دار کیلئے اسکا صرفہ تخلیقی ہے چونکہ اسنے ایک آنہ سے دو آنے پیدا کر لئے مزدور کے لئے یہ ایک آنہ غیر تخلیقی ثابت ہوا۔ چونکہ وہ اپنا پیٹ مشکل بھر سکا اور نہ کچھ پس انداز کر سکا کہ سرمایہ جمع کر سکے اور نیا کاروبار کر سکے۔ اسکو دوسرے روز پھر زندگی کی بقاء کیلئے مصروف محنت ہو جانا پڑتا ہے۔ اسطرح سرمایہ، اجرتی محنت کو لازمی قرار دیتا ہے اور اجرتی محنت، سرمایہ کو اپنے لئے لازم قرار دے لیتی ہے اجرتی محنت اور سرمایہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ دونوں کا وجود ایک دوسرے کے لئے ضروری ہے۔

فرض کیجئے کہ ایک مزدور کپڑے کے کارخانے میں کام کرتا ہے۔ اس کے متعلق یہی نہ سوچئے کہ وہ کپڑا ہی تیار کر رہا ہے۔ وہ بالواسطہ دولت بھی پیدا کر رہا ہے۔ وہ ایسی قدر و قیمت پیدا کر رہا ہے جو آگے چلکر اس کی محنت پر قابض و نگران ہو جاتی ہے اور اسی قدر یا قیمت کے ذریعہ وہ پھر نئی دولت پیدا کرتا رہتا ہے سرمایہ صرف اسی صورت میں بڑھتا اور ترقی کرتا رہتا ہے جب کہ قوت محنت

اور سرمایہ کا باہمی تبادلہ ہوتا رہے۔ چونکہ یہ تبادلہ جاری ہے اس لئے سرمایہ میں رات دن اضافہ ہو رہا ہے اور مزدوری کی بدولت ہو رہا ہے۔ سرمایہ داروں کے شکنجے میں جکڑا ہوا یہ مزدور ہر نئے دن اپنی بے چارگی اور مجبوری کی کڑیوں کو مضبوط سے مضبوط تر بنائے جا رہا ہے۔ سرمایہ کے اس اضافہ کیساتھ ساتھ مزدور طبقہ یا پرولتاری جماعت میں بھی دن بدن توسیع ہوتی جا رہی ہے۔ کیونکہ سرمایہ کی ترقی کی وجہ سے نئے نئے کارخانہ بھی قائم ہو رہے ہیں۔

سرمایہ دارانہ نظام کے حامی ماہرین معاشیات، سرمایہ کی ترقی اور مزدور جماعت کی توسیع سے یہ خیال کرتے ہیں کہ سرمایہ دار اور مزدور کے مفاد میں کوئی فرق نہیں ہے۔ دونوں کے مقاصد ایک ہی ہیں۔ ایک حدتک یہ ماہرین اپنے یقین میں حق بجانب بھی ہیں۔ اگر سرمایہ مصروف نہ رہے اور چلن میں نہ آئے تو مزدور کی زندگی دوبھر ہوجائیگی۔ سرمایہ دار مزدور کی قوت محنت کا استحصال نہ کریں اور اس کو کم اجرت ادا نہ کریں تو سرمایہ ختم ہوجائے گا۔ اسی لئے یہ ضروری ہے کہ مزدور کی قوت محنت کے صلے میں جو اجرت دیجائے وہ اسقدر کم رہے کہ سرمایہ ترقی کرسکے۔ مزدوروں کی اجرت کا جتنا استحصال ممکن ہو کیا جائے تو اس سے سرمایہ میں ترقی ہوگی۔ نئی صنعتیں فروغ پاسکینگی اور بورژوائی یا سرمایہ دار طبقہ وسیع ہوگا۔ اسی کے ساتھ ساتھ اتنی ہی کثیر تعداد میں مزدوروں کی ضرورت بھی پیش آئے گی اور اس صورت میں مزدور یہ کوشش کریگا کہ شدید طلب اور قلت رسد کی وجہ سے اپنے دام بڑھائے سرمایہ کی اس ترقی سے مزدور کی قدر میں اضافہ ہوگا اور اسکو موقع ملیگا کہ وہ اپنی زندگی پُرسکون اور مسرت سے گزار سکے ان دونوں کے ان مفادات سے بورژوائی ماہر معاشیات ان دونوں جماعتوں کے مقصد کو ایک ہی قرار دیتے ہیں مگر بورژوائی ماہر معاشیات اپنے اس یقین کے باعث یہ بھول جاتے ہیں کہ سرمایہ کی اس ترقی کی وجہ سے قوت محنت پر دولت کا قبضہ ہوجاتا ہے یعنی

مزدور طبقہ پر سرمایہ داروں کا اقتدار گہرا ہو جاتا ہے۔ مزدوروں کی محنت جو ذی حیات ہے اس پر جمع شدہ دولت (اشیائے خام اور سرمایہ) قابض ہو جاتی ہے۔ اجرتی محنت ہی کی بدولت سرمایہ پیدا ہوتا ہے اور سرمایہ کی پیدائش سے نئی نئی صنعتیں قائم ہوتی ہیں اور کئی مزدور ان صنعتوں میں مصروف ہو کر سرمایہ دار کو اپنے استحصال کا موقع مجبوراً دیتے ہیں۔ چونکہ انہیں زندہ رہنا ہے۔ اس طرح اسے یہ کہنا درست ہوگا کہ سرمایہ مزدوروں کی زندگی کا دوست نہیں ہے۔ جبتک مزدور بہ حیثیت ایک مزدور کے باقی رہتا ہے۔ وہ سرمایہ کا محتاج اور سرمایہ دار کا دست نگر رہتا ہے پھر یہ کیسے درست ہے کہ سرمایہ دار اور مزدور کے مقاصد و مفادات ایک ہی ہیں اور دونوں تصویر کے ایک ہی رخ ہیں جبکہ مزدور، سرمایہ دار کا محتاج و حاجتمند ہے۔

اس موقع پر ایک اچھی مثال ہمیں فرض کر لینے دیجئے کہ اگر پیداآور سرمایہ زیادہ ہو جائے تو مزدوروں کی مانگ میں بھی اضافہ ہوگا اور جب مزدوروں کی مانگ میں اضافہ ہوگا ان کی اجرتیں بھی زیادہ ہو جائیں گی۔ اجرت اور پیداآور سرمایہ میں اس اضافہ و ترقی سے قوم کی دولت میں بیشمار اضافہ ہوگا معیار زندگی، معاشی فلاح اور سماجی مرفۃ الحالی کا دور شروع ہوگا۔ اجرتوں کے اضافہ سے مزدوروں کی زندگی میں سکون پیدا ہوگا۔ مگر حقیقت کی تلاش کیجائے تو پتہ چلیگا کہ مزدور کو اس کی محنت کا اس کے ایثار و قربانی کا کوئی معاوضہ نہیں ملا سماج کے بجائے سرمایہ داروں کی دولت میں حقیقی اضافہ ہوا ہے، اور ان کا معیار زندگی بڑھا ہے۔ سماجی زندگی میں جو ترقی ہوئی ہے اور نئی قدریں معلوم ہوئی ہیں۔ وہ سرمایہ داروں کیلئے ہیں، مزدور ان کو کوشش کے باوجود بھی حاصل نہیں کر سکتا۔

ہماری خوشیاں، ہماری مسرت اور ہمارے رسوم و رواج۔ سماج ہی کی پیداوار ہوتے ہیں۔ سماج ہی ان سب کا ماخذ ہے۔ ہماری خوشی و مسرت کا معیار ہماری اپنی انفرادی، خوشی اور مسرت نہیں ہے بلکہ سماج کی خوشی ہماری خوشی ہے۔ ان تمام خوشیوں اور مسرت کی ماہیت سماجی ہے۔ انفرادی نہیں ہے۔ اس لئے ان کی قیمت اضافی

ہے۔ سماج میں مزدوروں کو ان خوشیوں اور مسرت میں سے کس قدر حصہ ملتا ہے؟ اس کے خواہشات اور شوق کی تکمیل ہی نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ وہ مجبور و لاچار ہے۔ سماجی خوشحالی اور معاشی فلاح کے ان پیمانوں سے مزدور کی اجتماعی زندگی کو ناپا جائے تو وہ پریشان اور رنجیدہ نظر آتا ہے۔ اس مثال سے ہمیں یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اجرتوں کے اضافہ سے قومی دولت میں اضافہ ہو رہا ہے مگر مزدور کو مرفہ الحالی نصیب نہیں ہوتی۔

مزدور کو اس کی قوت محنت کے معاوضہ میں زر ملتا ہے مگر بازار میں زر کی قیمت اس قدر متغیر رہتی ہے کہ اس کی اجرت اس کو بمشکل زندہ رکھتی ہے۔ اشیاء کی قیمت کا زر اجرت سے کوئی تعلق نہیں رہتا جس کی وجہ سے مزدور آئے دن مصیبتوں میں مبتلا رہتا ہے۔

سولھویں صدی عیسوی میں امریکہ میں سونے اور چاندی کی کانیں دریافت ہوئیں جس کی وجہ سے یہاں کا بہت سارا سونا اور چاندی یورپ میں منتقل ہوا اور یہاں سونے اور چاندی کی چلن میں اضافہ ہوا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سونے اور چاندی کی قیمتیں گر گئیں۔ مزدوروں کو جو اجرت بشکل زر ملتی تھی وہ تو برقرار تھی مگر ان کی اجرتوں میں کمی محسوس ہونے لگی وہ پہلے کی بہ نسبت اب کم اجناس خرید سکتے تھے۔ وہ اور مفلوک الحال ہو گئے اور سرمایہ داروں کو اپنی ترقی کا ایک موقع مل گیا۔

۱۹۴۳ء کے سرا میں قحط کی وجہ سے اشیائے ماتیجاج۔ اناج، مکھن، گوشت اور سبزی وغیرہ وغیرہ انتہائی گراں ہو گئے تھے اس موقع پر مزدور کو جو اجرت ملتی تھی وہ تو برقرار تھی مگر وہ اس سے اپنی ضروریات کا تیسرا حصہ بھی اپنی اجرت دے کر خرید نہ سکتا تھا۔

یہ صحیح ہے کہ ارزانی کے دوران میں جبکہ زر کی قدر میں اضافہ نہیں ہوتا مزدور اپنی اجرت سے زیادہ سے زیادہ اشیائے ماتحتاج خریدتا ہے۔ مگر اس کو جو اجرت

ملتی ہے۔ اس کا بازار کی جنس سے کوئی تعلّق نہیں ہوتا۔

اجرت کا مفہوم محنت کی قیمت زر (اجرت) سے اور اس جنس سے جو وہ اپنی اجرت کے معاوضہ میں بازار سے خریدتا ہے۔ صاف طور پر واضح نہیں ہوتا اجرت کا تعین سرمایہ دار کے اپنے مدنظر ہوتا ہے یا بالفاظ دیگر ایک متناسب اور اضافی مقدار کو اجرت کہا جاتا ہے۔

حقیقی اجرت سے ہم مزدور کی اجرت اور اجناس کی قیمت کا تناسب کر سکتے ہیں یہ حقیقی اجر تیں محنت کی قوت کی قیمت کو دوسری اجناس کی قیمتوں کے رشتہ اور تناسب میں ظاہر کرتی ہیں اور اس کے برخلاف اضافی اجرتیں صرف وقتی محنت کی قیمت بتلاتی ہیں۔ یعنے وقتی محنت سے جو نئی دولت پیدا ہوئی ہے اس کا اظہار کرتی ہیں جیسا کہ اوپر بتلایا گیا ہے۔

ساتواں باب

اُجرت اور مُنافع کا اُتار چڑھاؤ اُنکے تعین کا اصول

پچھلے صفحات میں ذکر کیا گیا ہے کہ " اجرتیں اس جنس کا حصہ نہیں ہے جسے مزدور اپنی محنت کے ذریعہ پیدا کرتا ہے بلکہ اس جنس کا ایک حصہ ہیں جو سرمایہ دار کے پاس پہلے ہی سے موجود ہیں۔ جن سے سرمایہ دار مزدور کی اسقدر محنت خریدتا ہے جو کسی جنس کے پیدا کرنے کیلئے ضروری ہو۔ لیکن سرمایہ دار اجرتوں کیلئے جو خرچ کرتا ہے اسکی بجائی اسی جنس سے ہوتی ہے جس کو مزدور بناتا یا پیدا کرتا ہے اور جس کو سرمایہ دار بازار میں فروخت کرتا ہے۔ اس جنس کی قیمت جو بازار میں فروخت کیجاتی ہے اور جس کو مزدور نے

بنایا ہے ایسے اصول سے معین کیجاتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ دام آئیں اور کافی منافع ہو
اس جنس کی قیمت فروخت سرمایہ دار کے نقطۂ نظر سے تین طریقوں سے معین کیجاتی ہے۔

(الف) اس قیمت سے اسقدر زر حاصل ہو سکے کہ خام اشیاء اخراجات فرسودگی اور انتظامی اخراجات پورے ہوں۔

(ب) اس جنس کے پیدا کرنے یا بنانے میں جس قدر زر اجرت خرچ ہوا ہے اس کی پابجائی ہو۔

(ج) مندکرہ بالا اخراجات کے علاوہ جس قدر زر خرچ ہوا ہے مع منافع حاصل ہو۔

تعین قیمت کے پہلے طریقے سے مندان اخراجات کی پابجائی ہوتی ہے جو کہ خام اشیاء مشین و آلات کی صورت میں پہلے سے موجود ہیں۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مزدور کی اجرت اور سرمایہ دار کا نفع اس نئی جنس سے حاصل کیا جاتا ہے جو مزدور کی محنت سے پیدا ہوتی ہے۔ اس مفہوم کے تحت یعنی باہمی مقابلہ کے اصول کے مدنظر ہم اجرتوں اور نفع کو مزدور کا جائز حق قرار دیتے ہوئے اجرت اور نفع صحیح مقرر کر سکتے ہیں۔
کسی جنس کی حقیقی اجرت برقرار بھی رکھی جاتی ہے یا اس میں اضافہ بھی کیا جا سکتا ہے جس سے سرمایہ دار کو نقصان نہیں ہوتا۔ بعض مرتبہ اضافی اجرتیں کم بھی کیجاتی ہیں۔ فرض کیجئے کہ اشیائے مایحتاج (اناج و کھانے پینے کی دوسری چیزوں کی قیمتوں میں دو ثلث کمی واقع ہو گئی ہے اور اجرتوں میں ایک ثلث کمی ہوئی ہے یعنی مزدور کو اب تین آنے کے بجائے دو آنے مل رہے ہیں۔ اس وقت مزدور کی اجرت کے باوجود پہلے سے زیادہ اشیاء حاصل کر سکتا ہے جبکہ اشیائے مایحتاج کی قیمتوں اور ان کی اجرت میں کمی نہیں ہوئی تھی۔ مگر اس سے سرمایہ دار کے منافع کے مقابلے میں

مزدوری کی اجرت اور کم ہو گئی ہے۔ سرمایہ کو پچھلے نفع کے علاوہ اب ایک آنہ کا اور نفع بڑھ گیا ہے جس کے صاف معنی یہی ہیں کہ مزدور کو کم اجرت میں زیادہ کام کرنا پڑتا ہے اس کو دو آنے کے لئے اتنی قوت محنت صرف کرنی پڑتی ہے جیسے پہلے وہ تین آنے کے معاوضہ میں انجام دیتا تھا یعنی اب محنت کے مقابلہ میں سرمایہ کی قدر زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اس لحاظ سے مزدور اور سرمایہ دار کے درمیان عمرانی دولت کی تقسیم اور غیر مساویانہ ہو گئی ہے۔ اب ایک مقرر سرمایہ سے سرمایہ دار مزدوروں کی زیادہ محنت پر قابض ہو چکا ہے اور اس کا اقتدار مضبوط و مستحکم ہوتا جا رہا ہے اور مزدور دن بدن مجبور و محکوم ہو رہا ہے۔

اجرت اور منافع کے باہمی تبادلے کے متعلق ایک خاص اصول مقرر ہے اجرت اور منافع میں ایک معکوس تناسب ہے۔ جب نفع بڑھتا ہے تو اجرتیں کم ہوتی ہیں اور جب اجرتیں بڑھتی ہیں تو سرمایہ دار کے نفع میں کمی واقع ہوتی ہے جس رفتار سے اجرتیں گھٹتی ہیں۔ اسی رفتار سے اجرتیں بڑھتی ہیں۔

ممکن ہے یہ استدلال پیش کیا جائے کہ نئی منڈیوں کی دریافت یا قدیم تجارتی منڈیوں کی ضرورت سے ایک سرمایہ دار اپنے نفع کو بڑھا سکتا ہے یا ایک سرمایہ دار دوسرے سرمایہ دار سے اشیاء کا تبادلہ کر سکتا ہے اور منافع کما سکتا ہے یا مشین و آلات کی بدولت نئے اور بہتر طریقوں سے اپنی پیداوار بڑھا سکتا اور منافع پا سکتا ہے جب منافع ان صورتوں میں حاصل ہوتا ہے تو یہ کہنا درست نہیں کہ اجرتوں کی کمی سے سرمایہ دار نفع کماتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ منافع یا سرمایہ کی اس فراوانی و زیادتی کی وجہ سے مزدور کی اجرت میں کمی ہو گئی ہے۔ سرمایہ دار کو مزدور کی قوت محنت کے معاوضے میں کثیر دولت حاصل ہوتی ہے اور مزدور کو جو اجرت ملتی ہے وہ انتہائی قلیل ہوتی ہے یعنی سرمایہ دار ترقی کرتا جاتا ہے اور مزدور کو منافع

حصہ بھی نہیں ملتا ہے۔

دوسری صورت میں یہ امر ملحوظ رکھا جاتا ہے کہ کسی جنس کی قیمت میں معتد بہ اتار چڑھاؤ کے باوجود لاگت نکل آئے۔ سرمایہ دار طبقہ میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش انہیں کشمکش پیدا کرتی ہے اور اسی کشمکش میں ایک درمیانی راستہ نکل آتا ہے اور یہ ممکن ہوجاتا ہے کہ معینہ سرمایہ اور مقررہ مزدوروں سے جس قدر فائدہ ممکن ہو حاصل کرلیا جائے۔ اس طرح کافی پیداوار حاصل ہوتی ہے مگر اس پیداوار کے معاوضہ میں مزدور کو جو ملتا ہے وہ اس منافع سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا جو سرمایہ دار کو ملتا ہے مثلاً کوئی مزدور ایک گھنٹہ میں ہاتھ سے پچاس پونڈ سوت کات سکتا تھا وہ اب مشین کی وجہ سے ایک گھنٹہ میں سو پونڈ سوت کات سکتا ہے مگر مزدور کو سو پونڈ سوت کاتنے کے عوض میں بھی وہی اجرت ملے گی جو پچاس پونڈ سوت کاتنے پر ملتی تھی۔ اس طرح سرمایہ دار کو مزدور کے مقابلے میں کثیر فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

پیدائش کی خالص آمدنی، سرمایہ دار کی دولت میں اس طرح اضافہ کرتی ہے جس طرح جمع شدہ محنت میں ذی حیات محنت کے شریک ہونے سے نئی اجناس پیدا ہوتی ہیں خالص آمدنی میں مزید آمدنی سے سرمایہ دار کی دولت وسیع سے وسیع تر ہوتی رہے گی اور آمدنی کی یہ مقدار اس تناسب سے وسعت پاتی رہے گی جس نسبت سے محنت سرمایہ کو بڑھاتی ہے۔ بالفاظ دیگر یوں کہا جاسکتا ہے کہ اجرتوں کے مقابلے میں جس طرح نفع بڑھتا ہے اسی طرح آمدنی کی یہ مقدار ترقی کرتی رہے گی۔

...

آٹھواں باب

سرمایہ اور اجرت کا تناسب
اجرت پر پیداآور سرمایہ کے اثرات

گزشتہ باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سرمایہ داروں اور مزدوروں کے مقاصد ایک دوسرے کے برعکس ہوتے ہیں. اگر سرمایہ میں اضافہ ہو رہا ہے تو منافع بڑھتا رہے گا اور اجرتیں (محنت کی قیمت) کم ہوتی جائیں گی جس تناسب سے نفع بڑھ رہا ہے اس تناسب سے حقیقی اجرتوں میں اضافہ نہ ہو تو اضافی اجرتیں گھٹ سکتی ہیں، اگرچہ کہ ظاہری اجرت محنت کی قدر زر کے ساتھ حقیقی اجرتیں بڑھتی رہیں مثلاً کسی سبب کے باعث سرمایہ دار مزدوروں کی اجرت میں پانچ فیصد کا اضافہ کرے تو انھیں خود اپنے لگائے ہوئے سرمایہ میں تیس فیصد فائدہ ہوتا ہے. اب اگر منافع کے تناسب کا تجزیہ کیا جائے تو ظاہر ہوگا کہ اضافی اجرت پانچ فیصد کی

اضافہ کے باوجود پہلے کے بہ نسبت کہیں زیادہ گھٹ گئی ہے۔

جیسے جیسے سرمایہ بڑھتا جاتا ہے۔ مزدور کی آمدنی کم ہوتی جاتی ہے اور سرمایہ دار اور دولت مند ہوجاتے ہیں اور مزدور غریب ہوجاتا ہے۔ اس طرح سے سماجی زندگی میں انتشار پیدا ہوتا ہے۔ یہ استدلال کہ مزدور ترقی پذیر سرمایہ کے ساتھ ہی وابستہ ہیں۔ اپنے اندر یہی معنی رکھتا ہے کہ مزدور سرمایہ داروں کی دولت میں اضافہ کرے گا اور اسی لحاظ سے اس کی مزدوری میں اضافہ ہوگا۔ مزدوروں کی زیادہ تعداد مامور ہوگی جس کا نتیجہ یہ نکلیگا کہ مزدور طبقہ اور وسیع ہوگا۔ سرمایہ میں اضافہ سے مزدور کو جو مادی فائدہ ہوتا ہے اس سے ان دونوں طبقوں کے اختلافات کم نہیں ہوسکتے چونکہ مزدور کی اجرت اور سرمایہ دار کا منافع دونوں معکوس تناسب میں ہیں اور یہی سماجی خلفشار کی بنیاد ہے سرمایہ کے اضافہ سے مزدور کو اگر مادی فائدہ حاصل ہوا ہے تو اسی کے ساتھ یہ نقصان بھی اس کو برداشت کرنا پڑتا ہے کہ سماج میں اس کا جو مقام تھا وہ جاتا رہا گویا مزدور نے اپنی سماجی رتبہ کی قربانی سے مادی فائدہ حاصل کیا۔ اسی مادی فائدے کی بدولت سماج میں دو طبقہ سرمایہ دار (بورژوائی) اور مزدور (پرولتاری) پیدا ہو گئے۔ جس میں پرولتاری طبقہ بورژوائی طبقے کے رحم و کرم پر زندہ رہ سکتا ہے۔ بورژوائی ماہرین معاشیات یہ کہتے ہیں کہ پیداآور سرمایہ اور اجرت میں اضافہ ایک دوسرے سے وابستہ اور ملے جلے ہیں۔ ان دونوں میں کوئی امتیاز نہیں کیا جاسکتا اور نہ علیحدہ کیا جاسکتا ہے۔ ان کا کہنا غلط ہے۔ چونکہ سرمایہ جتنا بڑھے گا۔ مزدوروں کی بے بسی میں اسی قدر اضافہ ہوگا" بورژوائی طبقہ چونکہ خوش حال ہے اور یہ نہیں چاہتا کہ ملوکیت پرست حکمرانوں کو اپنا مخالف بنائے۔ اس لئے وہ مزدوروں کے ساتھ جھوٹی ہمدردی کرتا ہے تاکہ حکمرانوں کو انگشت نمائی کا کوئی موقع مل سکے یا ملک میں کوئی انتشار پیدا ہو جو اس کے مفاد کے لئے مضر ہو۔ وہ یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتا

رہتا ہے کہ پیدا آور سرمایہ سے اجرتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ مزدور خوش حال رہتے ہیں۔

بورژوائی سماج کے پیدا آور سرمایہ میں اضافے سے مزدوروں کی تعداد میں کثیر اضافہ ہوتا ہے۔ مزدوروں کے اضافے سے سرمایہ داروں کی دولت میں اضافہ ہونے لگتا ہے۔ متعدد سرمایہ داروں میں دولت کے اس اضافہ سے ان میں باہمی مقابلہ شروع ہو جاتا ہے۔ وہ ایک دوسرے کو شکست دینے کی خاطر صنعت کے میدان میں مزدوروں کی کثیر فوج لے کر داخل ہوتے ہیں تاکہ جتنا زیادہ ممکن ہو سکے نفع کمائیں اور دوسرے کو شکست دیں۔ دوسرے سرمایہ دار کو شکست دینے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ دوسرے سرمایہ داروں کی دولت کے بڑے حصے کو اپنے قبضہ میں کرے۔ اس کے لئے وہ یہ ترکیب اختیار کرتا ہے کہ اپنے کارخانہ کے مال کو نسبتاً کم نرخ پر فروخت کرتا ہے اس کے لئے وہ کم لاگت پر اشیاء تیار کر لیتا ہے۔ مزدوروں کی پیدا آور قوت کو حتی الامکان زیادہ سے زیادہ مہیا کرتا ہے۔ چنانچہ تقسیم محنت کے لئے وہ مشین استعمال کرتا ہے۔ ان تمام حربوں کے ساتھ محنت کی زیادہ سے زیادہ تقسیم کئی مشینوں کی تنصیب اور طبعی قوتوں کے استفادے سے وہ میدان میں اترتا ہے اور اپنے حریف کو شکست دیتا ہے مثلاً کوئی سرمایہ دار ایک معینہ وقت میں ایک مقررہ رقم پر ایک گز ریشم تیار کرتا ہے۔ اور اس کا مخالف اسی وقت اور اسی رقم میں نصف گز ریشم تیار کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اول الذکر سرمایہ دار میدانِ جنگ جیت لیگا جس طرح اس کے پیدا آور قوتوں میں اضافہ ہوا ہے۔ اب اس کی خواہش یہ ہے کہ وہ ان اشیاء کی نکاسی کے لئے مارکٹ فراہم کرے۔ اس کے لئے وہ یہ تدابیر اختیار کرتا ہے کہ اپنا مال کم داموں پر فروخت کرتا ہے اس طرح سے وہ مارکٹ پر قبضہ پا لیتا ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ نفع کماتا رہتا ہے۔ مگر یہ سرمایہ دار زیادہ دنوں تک اس طریقہ عمل کو جاری نہیں رکھ سکتا۔ چونکہ دوسرے سرمایہ دار بھی اس کے مقابلہ کے لئے آئیں گے اور باہمی مقابلے میں اشیاء

کی قیمت لاگت سے بھی کم ہو جائے گی اور انہیں نقصان ہوگا۔ اس لئے وہ یہ کوشش کرتے رہتے ہیں کہ مشین اور تقسیم کار کے ایسے نئے نئے اصول دریافت کریں کہ دوسرے سرمایہ دار پر ہر طرح سبقت پالیں اور میدان اپنے ہی ہاتھ میں رکھیں۔ سرمایہ دار کی اس جدوجہد میں مزدور کا استحصال ہوتا رہتا ہے۔ چونکہ سرمایہ دار زیادہ سے زیادہ مشین کا استعمال چاہتا ہے۔ کم از کم اجرت ادا کرنا چاہتا ہے تاکہ کم سے کم داموں میں اس کے مال کی نکاسی ہو اور مارکٹ پر اس کا قبضہ رہے۔ سرمایہ داروں کے اس باہمی مقابلے کی ساری مصیبت مزدور طبقہ ہی پر ٹوٹتی ہے۔

نواں باب

سرمایہ داروں کی تجارتی کشمکش اور اسکے نتائج

گزشتہ صفحات کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوا ہوگا کہ طریقہ پیداوار اور ذریعہ پیداوار
میں کس طرح وسعت پیدا ہوتی ہے۔ مزدوروں کے تقسیم کار سے اور مشینوں کی
ترغیب سے ہم پیداوار کو بڑھانے کے لئے اور نئی نئی مشینوں کے استعمال کے لئے کیسے
مجبور ہو جاتے ہیں یہی وہ اصول ہے کہ جس کی وجہ سے سرمایہ دار کی دولت تہہ خانوں
سے نکل کر بازار میں چلی آتی ہے اور محنت کرنے کی قوت کو زیادہ مصروف رکھنے کے لئے
مجبور کرتی ہے۔ یہ ایک ایسا آئین و قانون ہے کہ جس پر تمام سرمایہ دار عمل پیرا ہیں اور
یہی وجہ ہے کہ ان کی انفرادی کوشش سے آگے چل کر باہمی مقابلہ شروع ہو جاتا ہے جسے ہم
تجارتی کشمکش کہتے ہیں۔ اس اصول کا سرمایہ داروں سے خطاب ہے کہ "اے سرمایہ دارو

اس کشمکش کو ہمیشہ آگے بڑھاتے رہو۔ اور اس کو ختم کرنے کی کوشش کرو"۔ یہی وہ اصول ہے جس کے باعث کسی جنس کی قیمت، اس کے عارضی اتار چڑھاؤ سے قطع نظر، اصلی لاگت کے تناسب سے معین و مقرر کی جاتی ہے تاکہ اس مقابلے میں سرمایہ داروں کو اتنا نقصان نہ ہو کہ وہ لاگت کی رقم بھی پیدا نہ کر سکیں۔ اس تعین قیمت میں یہ امر ملحوظ رکھا جاتا ہے کہ اس جنس کی لاگت دوسرے سرمایہ داروں کی پیدا کردہ اشیاء کے مقابلے میں کم رہے یہی کوششیں تجارتی کشمکش کی بنیاد ہیں۔

ایک سرمایہ دار کیسے ہی ذرائع پیداوار استعمال کیوں نہ کرے ان میں مقابلہ ہوتا ہی رہیگا۔ جس لمحہ وہ مقابلہ کے اصول پر کاربند ہونے کا فیصلہ کرتا ہے اس کے طریقہ کی پیداآور قوت کی افراط کی وجہ سے وہ مجبور ہو جاتا ہے کہ وہ اب پہلے سے زیادہ تعداد میں اس جنس کو مقررہ قیمت پر بازار میں لے آئے۔ اس کے لئے اس کو ایسے بازار کی تلاش ہو گی جہاں اس کی اشیاء زیادہ سے زیادہ فروخت ہوں تاکہ وسیع تجارت کی وجہ سے کمترین قیمت فروخت کے کمترین منافعہ کو کسی جنس کی زیادہ سے زیادہ تعداد فروخت سے پورا کیا جا سکے۔ اس کے اشیاء کی ممکنہ نکاسی اس کے لئے اس واسطے بھی ضروری ہے کہ اس نے صنعت و حرفت میں جو سرمایہ لگایا تھا وہ مع منافع وصول ہوتا رہے۔ تمام سرمایہ دار اسی خواہش کے ساتھ میدان میں آتے ہیں اور تجارتی مقابلہ کا شکار ہو جاتے ہیں۔

اجناس کی قیمت کو ان کی لاگت کے مساوی کرنے سے سرمایہ دار کو جو فائدہ حاصل ہوتا تھا وہ اس مسابقت کی وجہ سے خطرے میں آ جاتا ہے۔ اس صورت کا حل سرمایہ دار یہی قرار دیتا کہ وہ زیادہ سے زیادہ اجناس تیار کرے تاکہ مجموعی طور پر اس کو فائدہ ہو سکے اسکے لئے وہ مشینیں استعمال کرتا ہے تاکہ مقررہ اوقات کار میں زیادہ اجناس بنائے جائیں۔ بڑے کارخانوں کے قیام سے اس کا کثیر سرمایہ اسی میں صرف ہو جاتا ہے اور وہ پریشان ہو جاتا ہے کہ اس مسابقت میں اس کے ساتھی سرمایہ دار اس کو

شکست دیکر کہیں آگے نہ ہوجائیں۔

سرمایہ دار کے مشینوں کے استعمال کی وجہ سے ہر کام کی تقسیم در تقسیم ہوتی ہے اس تقسیم کی ضرب بیچارے مزدوروں پر پڑتی ہے۔ ایک مزدور، پانچ یا دس مزدوروں کا کام تنہا کرنے لگتا ہے جس سے کئی مزدور بیروزگار ہوجاتے ہیں۔ اب ان میں مقابلہ شروع ہوتا ہے۔ ہر مزدور یہی چاہتا ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح برسر روزگار رہ جائے تاکہ فاقہ و افلاس سے بچا رہے۔

محنت کی اس تقسیم در تقسیم سے مزدوروں کی قابلیت و کارکردگی بھی متاثر ہوجاتی ہے۔ ان کی تخلیقی صلاحیتیں کمزور ہوجاتی ہیں وہ ایک بے جان مشین ہوکر رہ جاتے ہیں جن میں ذہنی اور جسمانی لچک کا شائبہ بھی نہیں۔ اُن کی یہ کمزوری اُن کی قدر و قیمت کو گھٹا دیتی ہے اور اُن کی محنت کو سرمایہ دار کم اجرت پر خریدتا ہے۔ اس کے علاوہ کام جتنا سہل اور آسان ہوتا ہے۔ مزدوری یا اجرت بھی کم ملتی ہے۔ مشین کے استعمال کی وجہ سے کام سہل اور آسان ہوچکا ہے۔ اس لئے سرمایہ دار کم اجرت پر مزدور چاہتا ہے۔ ان حالات میں جبکہ مزدور کی ضرورت کم ہوجاتی ہے۔ انہیں باہمی مقابلہ شروع ہوتا ہے وہ زیادہ سے زیادہ اجرت حاصل کرنے کی خاطر یہ چاہتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ کام کریں۔ اس سعی میں اُن کے دوسرے ساتھی مزدور بھی شریک رہتے ہیں اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مزدوروں میں آپس میں مقابلہ شروع ہوجاتا ہے گویا [illegible]

مشینوں کے عام استعمال کا اثر یہی ہوتا ہے کہ تجربہ کار مزدور کی جگہ ناتجربہ کار مزدور، مردوں کی جگہ عورتیں اور بڑوں کی جگہ بچے کام پر لگائے جاتے ہیں۔ جس مقام پر مشین پہلی مرتبہ استعمال کی جاتی ہے وہاں کی حالت انتہائی ناگفتہ بہ ہوجاتی ہے چونکہ ہزارہا مزدور بیکار ہوجاتے

ہیں اور جہاں مشینوں کا کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ تقسیم در تقسیم کی وجہ سے کئی مزدور کام سے علیحدہ کئے جاتے ہیں۔ اس طرح ہر جگہ مزدور کا استحصال ہوتا رہتا ہے۔

اس صنعتی کشمکش میں جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ اسی سرمایہ دار کی جیت ہوتی ہے جو کہ کم سے کم مزدوروں کو کام پر لیتا ہے۔ ماہرین معاشیات یہ کہتے ہیں کہ مشینوں کی ایجاد سے جو مزدور بیکار ہو جاتے ہیں وہ صنعت و حرفت کے نئے اداروں میں مصروف کار ہو جاتے ہیں مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ یہ وہی مزدور ہیں جو کام پر سے علیحدہ کئے گئے ہیں گو یہ صحیح ہے کہ سرمایہ دار، مزدوروں کا محتاج ہے ان کے بغیر وہ اپنی صنعت کو زندہ نہیں رکھ سکتا۔ لیکن یہ اس کا اپنا مفاد ہے اور اس کے مفاد کا خمیازہ مزدور طبقے کو مجموعی اعتبار سے بھگتنا پڑتا ہے۔

ماہرین معاشیات یہ کہتے ہیں کہ نئے نئے کارخانے جو قائم ہوتے رہتے ہیں اس میں یہ مزدور کام پر آجائیں گے۔ مگر وہ یہ کہنے کی جرأت نہیں کرتے کہ اس نئے کارخانے میں اس کو وہ اجرت نہیں مل سکتی جو کارخانوں کے قائم ہونے سے پہلے ملا کرتی تھی۔ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے کہ ایک ایسے کارخانے میں جو جدید مشینوں سے آراستہ ہے۔ کام سہل اور آسان رہتا ہے جس کے لئے معمولی صلاحیت کے مزدور ــــــ بچے یا عورتیں ــــــ کم اجرت پر لائے جاتے ہیں۔

اس نظریہ کی صرف استثنائی صورت یہی ہے کہ وہی مزدور بیروزگار نہیں رہ سکتے جو مشینوں کو ڈھالنے اور تیار کرنے میں مصروف ہیں۔ مشینوں کی زیادہ مانگ کی وجہ سے ان کی تیاری وسیع پیمانے پر ہوتی ہے اور کئی مزدور برسر کار رہتے ہیں مگر اس استثنائی صورت کا ذکر ۱۷۷۰ء سے پہلے ممکن تھا جبکہ مشین کی تیاری مشین سے نہیں ہوتی تھی۔

آج بڑی بڑی مشینیں بھی اسی طرح تیار ہو رہی ہیں۔ جیسے کہ مشین سے ریشم آن واحد میں تیار ہو جاتا ہے۔ مزدور معمولی کام کرتا ہے اور مشین اہم کام کرتی ہے۔

کام کی اس آسانی نے معمولی صلاحیت کے مزدوروں کو بھی مفید مطلب بنادیا ہے۔ ایک تجربہ کار مزدور کے بجائے ایک عورت بھی مامور ہو سکتی ہے۔ پہلے جس اجرت میں ایک مزدور کام کرتا تھا، اب اسی اجرت میں ایک عورت اور تین بچے کام کرتے ہیں۔ سرمایہ داروں کے اس عمل سے اب مزدور طبقہ کی زندگی دوبھر ہو گئی ہے۔ اب مزدور کے ایک خاندان کو زندہ رکھنے کے لئے تین چار ہستیوں کو مصروف رہنا پڑتا ہے۔ اور پہلے ایک ہستی ان تین چار ساتھیوں کی نگران و ذمہ دار تھی۔

مختصراً یہ کہنا مناسب ہوگا کہ جیسے جیسے پیداوار اور سرمایہ ترقی کرتا رہیگا مشین کا عام استعمال ہوگا۔ کام کی تقسیم در تقسیم ہوگی۔ سرمایہ داروں میں نکاسی اشیاء کے لئے مقابلہ شروع ہوگا۔ جس کا نتیجہ مزدوروں کی اجرت میں تخفیف ہوگا۔ اور جب انکی اجرتوں میں تخفیف شروع ہوگی خود ان میں مقابلہ شروع ہو جائے گا۔

مزید برآں چھوٹے چھوٹے سرمایہ دار بھی بڑے سرمایہ داروں کے مقابلے میں ہار کر پرولتاری طبقہ کا رخ کرنے لگتے ہیں۔ اس لحاظ سے مزدوروں کی تعداد میں اضافہ اور بیروزگار مزدوروں کی تعداد میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ چھوٹے سرمایہ دار اس کشمکش میں زیادہ دیر تک سنبھالا نہیں لے سکتے۔ اور شکست کھا کر اپنا مقام کھوتے ہوئے پرولتاریہ میں آملتے ہیں۔

سرمایہ داروں کی آئے دن بڑھتی ہوئی تعداد کی وجہ سے سرمایہ پر جو سود ملتا ہے وہ بھی اس افراط کی وجہ سے کم ہوتا جاتا ہے۔ چھوٹے سرمایہ دار اس کمی یا خسارے کو برداشت نہیں کر سکتے اور نقصان اٹھاتے ہیں۔

ذرائع پیداوار کی اس افراط سے موجودہ کشمکش بے پناہ بنی ہوئی استحصال کو اپنا حربہ بنالیتی ہے۔ فساد، بلوے اور ہڑتالیں عام ہوجاتی ہیں۔ ہر سرمایہ دار یہ چاہتا ہے کہ اپنی پیداوار کی نکاسی کے لئے نئی منڈیاں تلاش کرے، یہ نئی منڈیاں بھی روز بروز کم ہوتی جارہی ہیں۔ ان منڈیوں کے حصول کے لئے یہ سرمایہ دار آپس میں دست وگریباں ہوتے ہیں۔ یہی فساد آگے چلکر جنگ کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔

سرمایہ کا انحصار صرف محنت ہی پر نہیں ہے بلکہ وہ ایک جابر وظالم کی طرح ہے جو اپنے ساتھ اپنے غلاموں کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔ سرمایہ دار، لاکھوں مزدوروں کو، جو کہ اس پیدا کردہ صنعتی جنگ میں مارے جاتے ہیں۔ اپنے ساتھ قبر میں لے جاتا ہے۔ ایک سرمایہ دار کی موت ہزاروں کی موت بن جاتی ہے۔

اگر سرمایہ کا نشوونما اسی سرعت اور تیزی سے ہوتا رہے تو مزدوروں کا باہمی مقابلہ بھی اسی تیزی سے ہوگا۔ انکی اجرتیں گرجائیں گی۔ اور جونہی اجرتیں گریں گی ان کے معیار زندگی میں خلاء پیدا ہوجائے گا فقط

اصطلاحات

Call	احتیاج
Capital	سرمایہ
Productive capital.	پیداآوری سرمایہ
Commodity	جنس
Exchange	تبادلہ
Rate of Exchange	شرح تبادلہ
Rate of Exchange of Labour power	وت محنت کی شرح تبادلہ
Labour	محنت
Accumulated Labour	جمع شدہ محنت
Division of Labour	تقسیم کار

Instruments of Labour	آلات محنت
Living Labour	ذی حیات محنت
Materialised Labour	مادی محنت
Productive forces of Labour	محنت کی پیدآوری قوتیں
Labour Power	قوت محنت
Labour time	اوقات کار
Money	زر
Offer	پیش کش
Political Economy	اقتصادیات
Price	قیمت
Actual Price	اصلی قیمت

Average Price	اوسط قیمت
Current Price	مروجہ قیمت
Money Price	قیمت زر
Money Price of Labour	محنت کی قیمت زر
Price of Labour	محنت کی قیمت
Price of Labour Power	قوت محنت کی قیمت
Production	پیدائش
Capitalistic Production	سرمایہ دارانہ پیدائش
Cost of Production	لاگت
Instruments of Production	آلات پیدائش
Means of Production	ذرائع پیداوار

Relations of Production تعلقات پیدائش

Value	
Exchange of Value	اقدار کا تبادلہ
Money Value	قدرِ زر
Money value of Labour Power	قوتِ محنت کی قدرِ زر
Wage	اجرت
Wage Labour	اجرتی محنت
Wage Labourer	اجرتی مزدور
Minimum Wages	اقل ترین اجرتیں
Nominal Wages	اجرت متعارف
Real Wages	حقیقی اجرتیں
Relative Wages	اضافی اجرتیں